Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس   مفتی محمد امجد   حکیم محمد فیضان   غفار الحق

فی شمارہ.................25 روپے

سالانہ..............300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....میڈیا کامایوس کن کردار..........مفتی محمد رضوان　۳

درسِ قرآن (سورۂ بقرہ قسط ۵۷، آیت نمبر ۸۹ تا ۹۰)... یہود کے ضد وعناد کی وجہ سے قرآن اور صاحبِ قرآن کی تکذیب وانکار　//　۵

درسِ حدیث ....صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت واہمیت..........//　//　۷

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں..........مفتی محمد امجد حسین　۱۲

ماہِ جمادی الاخریٰ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات ....مولوی طارق محمود　۱۷

حق اور باطل کی فیصلہ کُن گھڑی..........اصلاحی خطاب: مفتی محمد رضوان　۲۳

نماز کے اندرونی فرائض (نماز کے احکام: قسط ۹)..........مفتی محمد امجد حسین　۳۵

لباس اور پردے کے آداب (تیسری وآخری قسط)..........مفتی محمد رضوان　۴۰

کائنات میں تدبر اور اصلاحِ نفس (قسط ۳)...اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب　۴۶

اسلامی بینکاری پر چند شبہات کا سرسری جائزہ (دوسری وآخری قسط) (بسلسلہ: اصلاح العلماء والمدارس)....مفتی محمود اشرف عثمانی　۵۰

علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۲۱)..........مفتی محمد امجد حسین　۵۶

تذکرۂ اولیاء:..........ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۲)..........//　//　۶۱

پیارے بچو! ....سچ بولنے کی برکتیں..........ابو حافظ محمد فرحان خان　۶۳

بزمِ خواتین .... پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط ۱۰)...مفتی ابو شعیب　۶۵

آپ کے دینی مسائل کا حل...... نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کا حکم؟ .....ادارہ　۷۰

کیا آپ جانتے ہیں؟..........سوالات وجوابات..........ترتیب: مفتی محمد یونس　۸۶

عبرت کدہ ....حضرت اسحاق علیہ السلام (قسط ۱)..........ابو جویریہ　۸۹

طب وصحت..........جامن (jamboline)..........حکیم محمد فیضان　۹۲

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین　۹۵

اخبارِ عالم ....قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........ابرار حسین ستی　۹۶

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

میڈیا کا مایوس کن کردار

یہ میڈیائی دنیا کا دور کہلاتا ہے، اور میڈیا اس دور کا اتنا تیز ترین اور دور رس ذریعہ ہوگیا ہے کہ لمحہ لمحہ کی خبریں دنیا بھر میں خواہ شہر ہو یا دیہات، اور جنگل بیابان ہو یا بلند و بالا پہاڑ ہر جگہ زمین کے چپے چپے پر پہنچا دیتا ہے اسی کے ساتھ اب میڈیا پروگراموں کے نظم و نسق کا تعلق صرف حکومت و سلطنت کے ساتھ خاص نہیں رہا، بلکہ بے شمار اور لاتعداد پرائیویٹ ذرائع ابلاغ قائم ہوگئے ہیں، جن میں سے ہر ایک کی اپنی پالیسی اور اپنی ترجیحات ہیں، اور ان پالیسیوں اور ترجیحات میں کوئی دین و مذہب کا پابند نہیں، بلکہ اخلاقی اصولوں کی بھی کوئی پابندی نہیں جب چاہے جو چاہے، جس طرح کی چاہے خبر نشر کر دیتا ہے، رسی کو سانپ اور بھیڑ کو بھیڑیا بنانے کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی، جس کے نتیجہ میں سچ کی جھوٹ سے اور جھوٹ کی سچ سے تمیز ختم ہوتی جارہی ہے، غرضیکہ مادر پدر آزاد ہوکر میڈیائی دنیا عوام الناس پر اپنا تسلط قائم کر چکی ہے۔

اور اسی وجہ سے میڈیائی دنیا بعض اوقات کسی معاملہ میں حقائق سے انسان کو بہت دور کر دیتی ہے۔

پھر میڈیائی دنیا پر جب ہم ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مسلمانوں کے علاوہ دنیا کے دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے میڈیا کے اہلِ حل و عقد اپنے ملک و مذہب کی اپنے تئیں بہتر تبلیغ و ترجمانی کا بھی میڈیا کے ذریعے سے مقصود پورا کر رہے ہیں، اور اس کے اثرات سے دنیا کو متأثر کر رہے ہیں۔

لیکن اسلامی دنیا اس سلسلہ میں بہت پیچھے ہے، اولاً تو اسلامی میڈیا کے ذمہ داروں کا رجحان و میلان اپنے دین و مذہب کی طرف سرے سے ہے ہی نہیں اور جن لوگوں کا کچھ رجحان و میلان ہے وہ بھی اسلام کی صحیح ترجمانی کرنے سے قاصر ہیں۔ یہی حال ملکی حالات و معاملات کی ترجمانی کا بھی ہے، اس صورت حال کی وجہ سے ہمارے مذہبِ اسلام اور ملکِ پاکستان کی ساکھ دنیا بھر کے لوگوں میں بُری طرح متاثر ہو رہی ہے بعض ذمہ دار حضرات کے ذریعہ معلوم ہوا کہ دنیا بھر کے مذاہب مسلمانوں اور خاص کر ملکِ پاکستان کی کردار کشی پر مشتمل مختلف فلمیں اور ڈرامے بنا کر دھڑا دھڑ نشر کر رہے ہیں۔

اور مسلمان اس کے جواب کا فریضہ ادا کرنے کے بجائے خود ان فلموں اور ڈراموں کو دیکھ دیکھ کر اپنے ملک و مذہب سے بدگمانی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

Idara Ghufran

دوسری طرف اس کے مقابلہ میں ہمارے میڈیا کا کردار بھی اسلام کے بارے میں نادان دوست یا آستین کے سانپ کا ہے، جس سے محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا میڈیا یا تو خود بھی اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہے، یا پھر زرومال وغیرہ کی خاطر دوہرے معیار کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔

اور ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' کا مصداق یہ مارِ آستین میڈیا ملک وملت کے مقابلہ میں عالمِ کفر اور طاغوتی طاقتوں کا ترجمان ودلال بنا ہوا ہے، لیکن میڈیا کی طاغوت پرست اور ملک وملت کی خائن کالی بھیڑوں کو یہ حقیقت ضرور ملحوظ رکھنی چاہئے کہ کوئلوں کی دلالی میں اپنا ہی منہ کالا ہوتا ہے، اور چاند پر تھوکا واپس چہرے پر ہی آرہتا ہے، ہم اس تکلیف دہ امر سے بخوبی واقف ہیں، کہ ملک کے باقی پالیسی ساز اداروں اور کلیدی محکموں کی طرح میڈیا پر بھی باطل فرقوں اور ٹولوں کی یلغار اور قبضہ ہے، وہ اسلام کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ اور امت کے ملی وجود کے لئے ناسور وکینسر کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان کا بعینہٖ وہی کردار ہے، جو مدینۃ الرسول میں اسلام کی پہلی ریاست میں دورِ رسالت میں منافقوں کا تھا، جن کے سیاہ کردار اور کالے کرتوت پر قرآن کی بیسیوں آیات شاہدِ عدل ہیں، لیکن ان منافقین کے شانہ بشانہ میڈیا کے وہ مسلمان نوجوان جو صحیح العقیدہ خاندانوں کے چشم وچراغ ہیں، اور ان کے رگ وریشے میں سوادِ اعظم اہلِ سنت آباء واجداد کا لہو گردش کرتا ہے، وہ بھی طاغوت پرستی کو اوڑھنا بچھونا بنا کر اور روشن خیال وجدت پسندی کا جھوٹا ومکروہ ماسک چہرے پر سجا کر غیروں کی بولی بولتا ہے، تو اس پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

افسوس کہ دنیا بھر کی دنیائے کفر ملتِ واحدہ بن کر ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر یلغار کئے ہوئے ہے، اور مسلمان اس کا دفاع کرنے کے بجائے خود ان کے ہم خیال بلکہ تابعدار خادم بنے ہوئے ہیں۔ جو کہ بہت افسوسناک صورتِ حال ہے۔ اگر یہ صورتحال برقرار رہی تو ڈر ہے کہ خدانخواستہ اسلام اور مسلمان جلد ہی اقوامِ عالم میں اجنبی محض بن کر نہ رہ جائیں۔

یہ حالات ہمارے لئے مشکل اور کٹھن ضرور ہیں مگر ان کا مقابلہ ناممکن نہیں ان حالات میں میڈیا کے نظم ونسق سے تعلق رکھنے والے دنیا بھر کے مسلمانوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہو چکی ہے کہ عالمِ کفر کے اس عالمی چیلنج کو سمجھ کر اس کا بہتر اور موثر مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

امید ہے کہ ان مختصر گزارشات پر اسلام کا درد رکھنے والے حضرات ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔

اور اسی کے ساتھ شرعی حدود وقیود کی پاسداری کرتے ہوئے اہلِ حق علماء بھی اس کا موثر حل نکالیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمت وتوفیق سے نوازے۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۵۷،آیت نمبر۸۹،۹۰) مفتی محمد رضوان

یہود کے ضد وعناد کی وجہ سے قرآن اور صاحبِ قرآن کی تکذیب وانکار

وَلَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۸۹) بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ . فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ. وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۹۰)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ (قرآن مجید) کتاب آئی؛ جو اس (توراۃ) کی تصدیق بھی کرتی ہے، جو ان کے پاس ہے، اور یہ لوگ اس (قرآن مجید کی آمد) سے پہلے کافروں کے خلاف (اس قرآن مجید کے ذریعہ سے) اللہ سے کامیابی طلب کیا کرتے تھے، مگر جب وہ چیز آ گئی جسے انہوں نے پہچان رکھا تھا (یعنی قرآن مجید) تو اس کا انکار کر دیا، پس اللہ کی لعنت ہے ایسے کافروں پر (۸۸) بری ہے وہ قیمت جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ہے، کہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کا اس ضد کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں کہ اللہ اپنے فضل کا کوئی حصہ (یعنی وحی) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں، نازل فرماتے ہیں، تو یہ لوگ غضب در غضب کر کے لوٹے ہیں، اور کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے (۸۹)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیات میں بنی اسرائیل کے دلوں کے غلاف میں ہونے کا ذکر تھا، اوران آیات میں ان کے دل کے غلط فیصلوں کا ذکر ہے، چنانچہ ان کا ایک غلط فیصلہ یہ تھا کہ یہود قرآن مجید اور حضور ﷺ کی حقانیت کو جانتے اور پہچانتے تھے، مگر عناد اور حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے تھے۔

ان آیات میں یہودیوں کی اس بری حرکت وخصلت کا اور اس پر ذلت آمیز عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید کو توراۃ کی تصدیق کرنے والا اس لئے فرمایا کہ توراۃ میں قرآن مجید کے نازل ہونے اور صاحبِ قرآن یعنی حضور ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئیاں تھیں، تو جب قرآن مجید اور حضور ﷺ کی بعثت کی شکل میں یہ پیشین گوئیاں ظاہر ہوئیں، تو اس سے توراۃ کی ان پیشین گوئیوں کی تصدیق ہوگئی، اس لئے توراۃ کو ماننے والے کے لئے قرآن اور صاحبِ قرآن (ﷺ) کو جھٹلانے کی کوئی گنجائش نہیں تھی، ورنہ تو اس کی وجہ سے توراۃ کو جھٹلانا بھی لازم آتا (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

اور توراۃ میں قرآن مجید اور حضور ﷺ کا ذکر ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل ان دونوں چیزوں سے واقف بھی ہوگئے تھے، اور ان دونوں چیزوں کے اتنے عقیدت مند بھی تھے، کہ حضور ﷺ کے نامِ مبارک اور قرآن مجید کے واسطے اور برکت سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح ونصرت کی دعائیں مانگتے تھے، اور ان دعاؤں کی وجہ سے انہیں فتح بھی حاصل ہوتی تھی (معارف القرآن کاندھلوی تغیر)

مگر بنی اسرائیل نے ان سب چیزوں کی کوئی پروا نہیں کی، اور انہوں نے قرآن اور صاحبِ قرآن (ﷺ) کا صاف انکار کردیا، اور اس انکار کی وجہ ان کا حسد وعناد تھا، کہ ان کو یہ چیز گوارا نہیں تھی کہ ہمیں چھوڑ کر حضور ﷺ کو نبوت اور قرآن مجید کے نزول کے لئے کیوں منتخب کیا گیا (معارف القرآن کاندھلوی تغیر)

اپنی جانوں کو بیچ ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں کو کفر اختیار کرکے آخرت کے عذاب کا مستحق بنادیا۔

ظاہر ہے کہ کفر کے نتیجہ میں جو عذاب ہوگا، وہ جانوں کو ہوگا، اور یہ بہت بری قیمت ہے، جو ایمان بیچ کر انہوں نے حاصل کی ہے (معارف القرآن کاندھلوی تغیر)

اگر شبہ کیا جائے کہ جب بنی اسرائیل حق کو حق جانتے تھے، تو پھر ان کو مومن کہنا چاہئے تھا، ان کو کافر کیوں کہا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان صرف حق کو جاننے کا نام نہیں، بلکہ ماننے کا نام ہے، اگر صرف حق کو جان اور پہچان لینے کا نام ایمان ہوتا تو شیطان حق کو سب کافروں سے زیادہ جانتا اور پہچانتا ہے، مگر اس کے باوجود وہ کافر ہے (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

غضب در غضب اس لئے فرمایا گیا کہ ایک غضب تو کفر کی صورت میں تھا، اور دوسرا غضب حسد، عناد وضد کی صورت میں تھا ﴿بقیہ صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

صفِ اَوَّل میں نماز کی فضیلت واہمیت

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَلاَ تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلاَئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا . فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلاَئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الأُوَلَ وَيَتَرَاصُّونَ فِى الصَّفِّ (مسلم، حدیث نمبر ۹۹۶، نسائی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ کیا تم اس طرح صف نہیں بناتے، جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف بناتے ہیں، ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف بناتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو مکمل فرماتے ہیں، اور صف کے درمیان خلاء کو پُر کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے پہلی صف کو مکمل کرنے کی اہمیت معلوم ہوئی۔

حضور ﷺ نے پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت کو ایک مرتبہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لاَسْتَهَمُوا (بخاری)

ترجمہ: ''اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ پہلی صف میں (نماز پڑھنے کی) کیا فضیلت ہے تو (اختلاف ختم کرنے کے لئے) تم اس کے لئے قرعہ اندازی کرو'' (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لَوْتَعْلَمُوْنَ مَافِى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَكَانَتْ قُرْعَةٌ'' (صحیح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف واقامتها وفضل الاول فالاول منها الخ)

ترجمہ: ''اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ پہلی صف میں (نماز پڑھنے کی) کیا فضیلت ہے تو (اختلاف ختم کرنے کے لئے) قرعہ اندازی کرنی پڑے'' (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے پہلی صف میں نماز پڑھنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل پر اتنے بڑے

Idara Ghufran

اجر وانعام رکھے ہوئے ہیں کہ اگر ان کی حقیقت سے لوگ واقف ہو جائیں تو اگلی صف کی فضیلت اور اجر وانعام کو پانے کے لئے لوگ ایک دوسرے سے اختلاف ونزاع کریں، اور اس اختلاف ونزاع کو ختم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کے ذریعہ سے پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں کی تعیین کرنی پڑے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوهُ (ابوداود، حدیث نمبر ۴۶۷، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۰۳۱۲)

ترجمہ: اور بے شک پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہے، اور اگر تم پہلی صف کی فضیلت کی حقیقت کو جان لیتے، تو تم ضرور اُس کے لیے پیش قدمی کرتے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پہلی صف اللہ تعالیٰ کے قریب اور شیطان سے دُور ہونے کے سلسلے میں فرشتوں کی صف کی طرح ہوتی ہے۔ [۱]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ .قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ ، وَعَلَى الثَّانِي ؟ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ .قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ ، وَعَلَى الثَّانِي ؟ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتِهِ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ ، وَعَلَى الثَّانِي ؟ قَالَ :وَعَلَى الثَّانِي (مسند احمد، حديث نمبر ۲۲۶۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت فرماتا ہے اور فرشتے پہلی صف والوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا دوسری صف والوں کے لئے بھی (یہ فضیلت ہے)؟ تو آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت فرماتا ہے اور فرشتے پہلی صف والوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ صحابہ نے (پھر) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا دوسری صف

---

[۱] وأن الصف الأول أى فى القرب من الله تعالى والبعد من الشيطان الرجيم على مثل صف الملائكة وقال الطيبى شبه الصف الأول فى قربهم من الأمام بصف الملائكة فى قربهم من الله تعالى والجار والمجرور خبران والمتعلق كائن أو مقاس (مرقاة، باب الجماعة)

والوں کے لئے بھی؟ آپ ﷺ نے (تیسری مرتبہ) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت فرماتا ہے اور فرشتے پہلی صف والوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ صحابہ نے (پھر) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا دوسری صف والوں کے لئے بھی (یہ فضیلت ہے)؟ آپ ﷺ نے (چوتھی مرتبہ) فرمایا کہ ہاں دوسری صف والوں کے لئے بھی'' (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلی صف کو بعد والی صفوں پر خصوصی فضیلت حاصل ہے، اسی لیے حضور ﷺ نے بار بار پہلی صف کی فضیلت کا ذکر فرمایا، اور دوسری صف کی فضیلت کا بعد میں ذکر فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۸۱؛ مصنف عبدالرزاق، سنن الکبریٰ للبیہقی)

ترجمہ: پہلی صف سے پیچھے رہنے کے عادی لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں بھی پیچھے چھوڑ دیں گے (ترجمہ ختم)

بعض روایات میں دوزخ میں پیچھے چھوڑنے کے بجائے صرف پیچھے چھوڑنے کے الفاظ ہیں، جس کا مطلب بعض محدثین نے جنت میں یا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عظیم فضل سے پیچھے رہ جانا بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو، مرقات شرح مشکوٰۃ جلد۳ صفحہ ۷۰)

اور مسجد میں اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے پچھلی صف میں کھڑا ہونا گناہ ہے، اور ایسا عمل قابلِ وعید ہے۔ بہرحال کوئی بھی مطلب مراد لیا جائے، خواہ یہ کہ ایسے لوگ جنت سے محروم کر کے دوزخ میں پیچھے چھوڑ دیے جائیں گے یا یہ کہ یہ لوگ جنت جانے میں یا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عظیم فضل کو حاصل کرنے میں پیچھے رہیں گے، بہرصورت تھوڑی سی لاپرواہی، کم ہمتی، مسجد سے جلدی نکلنے یا دنیا کے دھندوں کو حل کرنے کی فکر میں پہلی صف سے محروم رہنے کی عادت بنا لینا بہت خسارہ اور نقصان کی بات ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا (مسلم، ترمذی؛ ابوداؤد؛ نسائی؛ ابنِ ماجہ)

ترجمہ: مَردوں کی بہترین صف پہلی ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثًا وَعَلَى الَّذِي يَلِيهِ وَاحِدَةً (مسند احمد، حديث نمبر ۱۶۵۳۱، واللفظ لهٗ؛ نسائی، حديث نمبر ۸۰۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں کے لئے تین مرتبہ دعا کیا کرتے تھے، اور اس سے پچھلی صف والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يَسْتَغْفِرُ لِلصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثًا وَلِلثَّانِي مَرَّةً (دارمی، حديث نمبر ۱۳۱۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں کے لئے تین مرتبہ مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے، اور دوسری صف والوں کے لئے ایک مرتبہ (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اسْتَغْفَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَلِلصَّفِّ الثَّانِي مَرَّتَيْنِ، وَلِلثَّالِثِ مَرَّةً (معجم كبير طبرانی، حديث نمبر ۱۲۴۶، ومعجم اوسط، حديث نمبر ۸۸۱۹؛ مسند البزار، حديث نمبر ۸۶۲۳) [۱]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ مغفرت طلب کی اور دوسری صف والوں کے لئے دو مرتبہ مغفرت طلب کی اور تیسری صف والوں کے لئے ایک مرتبہ (ترجمہ ختم)

ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر یہ دعاء واستغفار فرمایا ہو، اور کسی موقعہ پر دوسری صف والوں کے لیے ایک مرتبہ اور کسی موقعہ پر دو مرتبہ استغفار فرمایا ہو۔

لہٰذا دونوں قسم کی حدیثوں میں کوئی ٹکراؤ نہ ہوا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور فرشتوں کی طرف سے رحمت کی دُعا کے خصوصی

---

[۱] قال الهيثمی:
رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَفِيهِ أَيُّوبُ بْنُ عُتْبَةَ ضُعِّفَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ (مجمع الزوائد، حديث نمبر ۲۵۱۲)

مستحق اگلی صف والے ہی ہوتے ہیں، دوسری اوراس کے پیچھے والی صفیں بھی اگرچہ اس سعادت میں شریک ہوتی ہیں مگر پہلی صف میں نماز پڑھنا سب سے زیادہ فضیلت کا باعث ہے پھر دوسری صف میں، پھر تیسری صف میں اوراسی طرح یہ فضیلت اوراجر درجہ بدرجہ پچھلی صفوں تک کم ہوکر منتقل ہوتا رہتا ہے(عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب الاستھام فی الاذان)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے پہلے امام پر نازل ہوتی ہے، پھرامام کے بالکل پیچھے پہلی صف میں کھڑے شخص پر، پھراُس کے داہنی طرف والے پراور پھراُس کے بائیں طرف والے پر،اسی طرح دائیں اور بائیں ہوتے ہوئے یہ رحمت پچھلی صفوں میں کھڑے ہوئے لوگوں پر درجہ بدرجہ منتقل ہوکر نازل ہوتی ہے(شامی بحوالہ امدادالاحکام جلد ا صفحہ ۵۴۰ بتغیر)

ہماری نظر میں تو پہلی اوردوسری صف کے درمیان بہت تھوڑا سا فاصلہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے اجروانعام کے اعتبار سے ان کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب گاروں کو چاہئے کہ پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کریں اوراس غرض کے لئے مسجدوں میں جلدی پہنچ جایا کریں۔

اگرکوئی کسی بڑی عمر والے،اہلِ علم یا اپنے استاد یا بزرگ وشیخ کو اگلی صف میں جگہ فراہم کرے،اورخود پچھلی صف میں رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں (شامی بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۶)

﴿بقیہ صفحہ ۶ ''درسِ قرآن''﴾

کہ باوجود جاننے پہچاننے کے پھر بھی ضدوعناد کی وجہ سے کفروانکار کو اختیار کیا۔

اور تیسرا غضب توراۃ میں مذکوران بشارتوں کو چھپانے اورتحریف کرنے کی صورت میں تھا(معارفین بتغیر)

اورکافروں کے عذاب میں ذلت آمیز کی قید لگانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کافروں کو عذاب ذلت کے لئے دیا جائے گا،اورمومنوں کو ذلت کے لئے نہیں دیا جائے گا، بلکہ پاک کرنے کے لئے دیا جائے گا،جیسا کہ میلا اور گندہ زیور میل کچیل صاف کرنے کے لئے بھٹی پر چڑھایا جاتا ہے،اس سے اس کو جلانا مقصود نہیں ہوتا،اور جس طرح دشمن کو مارنا پیٹنا اس کی تذلیل وتحقیر کے لئے ہوتا ہے،اوراپنی اولاد کو مارنا پیٹنا صلاح وتہذیب اورتادیب کے لئے ہوتا ہے، گویا کہ ایک مار پیٹ تعذیب وتحقیر کے لئے ہے،اورایک تہذیب وتادیب کے لئے،اسی طرح کافروں اورمسلمانوں کی سزا کا فرق سمجھ لینا چاہئے (معارفین بتغیر)

Idara Ghufran

مقالات و مضامین

مفتی محمد امجد حسین

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

اہل تجدد کی حماقتوں اور سفاہتوں کا حال

اونٹ کے ڈیل ڈول کے بارے میں یہ کہاوت مشہور ہے ’’اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی‘‘ یہی کچھ حال اہل تجدد کے (دین کے حوالے سے) فہم وعقل اور ذہنیت کا ہے چنانچہ کچھ اہل تجدد قرآن وسنت کو اپنے فاسد اجتہادات (جو کہ فی الحقیقت الحاد سے کم نہیں ہوتے) کا اس انداز سے تختہ مشق بناتے ہیں گویا کہ یہ وحی الٰہی آج ہی ان پر تازہ بتازہ نازل ہوئی ہے اور ان جدت پسندوں کو خالص مادی ذہنیت کے ساتھ اس کی تشریح وتوضیح کا مشن سونپا گیا ہے اور انہوں نے عنایت خسروانہ اور اسلوب مترفانہ کا بروقت مظاہرہ کر کے اپنی تحقیق نما تحریف وتجدید کے عمل جراحی سے اسے نہ گزارا تو دجالی دور کے سراپا مادیت واباحیت تقاضوں کے ساتھ یہ ہم آہنگ نہ ہو سکے گا اور اس کی بقا وترقی خطرے میں پڑ جائے گی۔ قرآن وسنت میں ان کی رائے زنی اور نام نہاد اجتہادات سے کیا مجال ہے کہ کسی بھی زاوئے سے یہ تاثر ابھر سکے کہ یہ وہ تعلیمات ہیں جو چودہ سو سال سے دنیا میں موجود ہیں اور ان کی تشریح وتوضیح اور تفسیر وتعبیر پر اس طویل عرصہ میں کوئی کام بھی ہوا ہے۔ حالانکہ اس امت نے شروع سے لے کر آج تک دین کی حفاظت واشاعت اور اس کے احکامات کی تفسیر وتوضیح کے سلسلے میں ایسے شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ مذاہب وملل کی پوری تاریخ اس کی ادنیٰ نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ؎

همه شیرانِ جهاں بستهٔ این سلسله اند روباه از حیله چه ساں بگسلد این سلسله را

خصوصاً سلف صالحین اور امت کے ابتدائی طبقات نے دین کی تدوین وتمکین کے مرحلے کو جس عظمت و عزیمت، بصیرت وفراست اور امانت ودیانت، کے ساتھ سر کیا ہے وہ پوری انسانی تاریخ کا سب سے درخشاں باب اور روشن کارنامہ ہے۔ پھر بعد والوں نے پہلوں کے کارناموں اور خدمات کی جس قدردانی وجانفشانی کے ساتھ حفاظت واشاعت کی، اور اپنی جملہ صلاحیتوں اور خداداد قابلیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کے کام کو آگے بڑھایا وہ بھی اسلامی تاریخ کا ایسا امتیازی کارنامہ ہے جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ چہار دانگ عالم میں ایک طرف اسلام کی سنہری وآفاقی تعلیمات کا نقش بٹھایا

تو دوسری طرف طبعی علوم وفنون اور کائناتی تجربات کے میدان کو اپنی جولانگاہ بنا کر بحر و بر اور خشک وتر کو چھان وکھنگال ڈالا، پتھر سے جوہر کو نچوڑا اور جماد ونباتات اور حیوان وحیات کے ہر رگ وریشے کو ٹٹولا اس طرح طبعیات کی جملہ شاخوں، ریاضیات وہیئات کے میدانوں میں تحقیقات وانکشافات کے انبار لگ گئے جس سے شاخ درشاخ علوم وفنون کی تدوین ہوتی چلی گئی اس کے نتیجے میں ہی وہ عظیم الشان اسلامی کتب خانہ وجود میں آیا جس سے ایک ہزار سال تک مشرق ومغرب کے ظلمت کدے مستنیر و مستفیض ہوتے رہے۔ اور قوموں اور ملتوں نے تہذیب وتمدن کے خزینے اور جینے کے قرینے سیکھے اور ہم جب ان کی حفاظت سے تھک گئے تو سامراجی غنڈوں نے ہماری میراث پر شبِ خون مارا جنہوں نے اندلس و غرناطہ میں ہمارے ہی علوم، فنون، تجربات، روایات واقدار سے استفادہ کر کے اپنی ماضی کی تاریک رات کو صبحِ درخشاں سے بدلا تھا۔

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں ان کو زباں ملی تو ہمیں پر برس پڑے

یوں امت مسلمہ کی ہزار سالہ دماغ سوزیوں کی جمع پونجی سے روم وپیرس اور لندن میں بڑی بڑی لائبریریاں اور مکتبے وجود پا گئے اور ستم بالائے ستم یہ کہ غارت گروں نے اس لوٹ کے مال پر اپنا ٹھپہ لگایا اور Made in West کا لیبل لگا کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکی۔

اقبال مرحوم قیامِ یورپ کے زمانے میں امت مسلمہ کے اسی سرمایہ اور میراث سے وہاں کے مکتبوں کو معمور دیکھ کر دلگیر ہوتے رہے۔ اور اپنے اشعار میں اپنی قوم کی غفلت وجمود کے ان شاخسانوں پر خون کے آنسو بہائے ہیں۔ ذیل کے اشعار بھی اسی پس منظر میں ہیں:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے		وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں		کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی		ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی		نہیں دنیا کے آئین مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی		جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا

ایک جگہ فرماتے ہیں:

تخم آں صحرانشیناں کاشتند ثمر ہا ایں فرنگیاں برداشتند

اہل تجدد مغربی تہذیب کی پیداوار

ان اہل تجدد کی اکثریت چونکہ اس طبقے سے تعلق رکھتی ہے جو پوری طرح مغربی کلچر وثقافت میں رنگا ہوتا ہے اور لارڈ میکالے کے خواب کی عملی تعبیر اور مکمل نمونہ ہوتا ہے، جس نے کہا تھا کہ ہمیں برصغیر میں ایک ایسے طبقے کی ضرورت ہے جو رنگ ونسل کے لحاظ سے تو مقامی اور دیسی ہو لیکن سوچ وفکر اور عادات واطوار کے لحاظ سے انگریز (مغربی) ہو۔

چنانچہ مغرب زدہ گھرانوں میں یہ آنکھ کھولتے ہیں، طاغوت پرستانہ ماحول میں پروان چڑھتے ہیں مغربی تعلیم وتربیت کی بھٹی سے ڈھل کر نکلتے ہیں۔ مادیت پرستی اور اباحت پسندی انکی گھُٹی میں پڑی ہوتی ہے۔ بالعموم ان میں سے بہت سوں کا لڑکپن ناز وغمزہ کی ادائیں لئے ہوئے اور شباب، شراب وکباب کا ذوق آشنا، اور جنسی مشاغل کا رسیا ہوتا ہے۔ غرضیکہ زندگی کے عملی میدانوں میں قدم رکھنے تک تو کھلنڈرے پن کے اس مقام پر فائز ہوتے ہیں جس پر ایک دانائے راز نے یوں پھٹکار بھیجی ہے۔ ؎

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں   نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اور پھر اس مخصوص تعلیم وتربیت اور تعمیرِ شخصیت (یعنی تخریبِ شخصیت) کے ملحدانہ واباحت پرستانہ مرحلے سے گزر کر جب زندگی کے عملی میدانوں میں قدم رنجہ فرماتے ہیں تو زندگی کا جو میدان اور جو شعبہ بھی اپنے نزولِ اجلال اور ورودِ نامسعود کے لئے طاغوت کے یہ تازہ دم سپوت منتخب فرماتے ہیں وہ طاغوت کے مفادات کا محافظ وامین مورچہ اور ان کے ملت کش مطالبات واقدامات کی تکمیل وبجا آوری کا گرم محاذ بن جاتا ہے اور یہ ٹوڈی وبالشتئے اس کے سرگرم سپاہی۔ اس طرح ملک وملت ان کے ذوقِ غلامی کے ہاتھوں زار ونزار ہو کر استبداد واستحصال، زبوں حالی وبے بسی کے پنجہ خونیں اور دامِ ہمرنگِ زمین میں گرفتار و یرغمال رہتے ہیں۔

گذشتہ ڈیڑھ دوسو سال سے یکے بعد دیگرے مختلف طاغوتی طاقتیں اس ننگِ دین وننگِ وطن طبقے کے ذریعے ہی عالم اسلام پر مسلط ہیں اور پوری اسلامی دنیا عالمِ کفر کے لئے ایک وسیع وعریض چراگاہ بنی ہوئی ہے جہاں سامراجی گُرگے بے دھڑک اور بلا روک ٹوک منہ ماری کرتے پھرتے ہیں۔ امت بحیثیت مجموعی اس پورے عرصہ میں جس عمومی غفلت اور جمود کا شکار رہی ہے وہ بھی بالواسطہ سامراج کی ان دیرپا پالیسیوں اور دوررس اقدامات کا ہی غالب حد تک نتیجہ ہے جو سامراج نے اسی طبقہ کے ذریعے عالم اسلام

پر تعلیم، کلچر، ابلاغیات وغیرہ شعبوں اور کلیدی اداروں کی راہ سے ٹھونسے ہیں۔
یوں تو زندگی کے سب قابلِ ذکر شعبوں اور مسلمان ملکوں کے تقریباً تمام کلیدی اداروں پر سامراجی مفادات کا محافظ یہی طبقہ بالعموم مسلط ہے یہاں خاص طور پر دو طبقوں کا ہم ذکر کرتے ہیں۔

پہلا طبقہ

ایک اسلامی دنیا کا حکمران طبقہ جس کے ہاتھوں میں مسلمان ملکوں کی زمام اقتدار اور سیاہ وسفید کے اختیارات ہیں یہ طبقہ سامراج کی گود میں ہی پروان چڑھتا ہے۔ ان کے تعلیمی اداروں میں ہی مخصوص انداز میں علم و دانش کے مدارج طے کرتا ہے۔ یہ ادارے ابتدائی تعلیم کی حد تک مسلمان ملکوں میں ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ انہوں نے قائم کئے ہیں، جبکہ تکمیلی مدارج اپنے ہاں ہی طے کراتے ہیں تاکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ پورے طور پر مغربی کلچر وثقافت، ماحول اور طرز وطریقوں میں رنگ جائیں (اور پھر اپنے ملکوں میں جا کر اپنے لوگوں پر یہی رنگ چڑھائیں) اور مغربی تعلیم و کلچر کی بھٹی میں ڈھل کر ان کی ایسی قلبِ ماہیت ہو جاتی ہے کہ دورنگی کے بجائے پورے طور پر یک رنگی ہو کر یہ حال ہو جاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوئد بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

پچاس سے زیادہ مسلمان ملکوں کے حکمرانوں کا سراپا اس آئینہ میں ملاحظہ کیا جائے، ان کے طرز حکمرانی، کردار وغیرہ کا جائزہ لیا جائے تو یہی حقیقت سامنے آتی ہے ''اَلشَّیئُ یَعُوْدُ اِلیٰ اَصلِہٖ'' مغرب زدگی اور طاغوت پرستی کے مذکورہ سب خدوخال ان کی ذات والاصفات میں نمایاں ہوتے ہیں۔

دوسرا طبقہ

دوسرا جدت پسند، روشن خیال، مغرب زدہ محقق نما مشککین کا طبقہ ہے جو عام طور پر عصری تعلیمی اداروں اور قومی سطح کے علمی و تحقیقی مراکز پر مسلط رہتا ہے۔ میڈیا کے سکالر، کالم نگار، تجزیہ نگار وصحافی اور تعلیمی اداروں کے پروفیسر ولیکچرار ہوتے ہیں (یعنی جو اس قبیل سے ہیں باقی جو نہیں ہیں وہ نہیں ہیں ہمیں ان سے بحث بھی نہیں ہے) صحیح اسلامی ذوق تو عصری ومخلوط تعلیم کی نحوست اور اس تعلیمی مرحلہ کے دوران اپنی اوباشیوں اور رنگین مزاجی کی پاداش میں پہلے ہی ان سے رخصت ہو چکا ہوتا ہے اور مغرب زدگی، روشن خیالی اور ذہنی آوارگی کے گھمنڈ میں ٹھیٹھ اسلام کو سلام اور صحیح دینی تعلیمات کو یہ خدا حافظ کہہ بیٹھے ہوتے ہیں۔

الوداع اے صبر و تمکیں الوداع
الوداع اے عقل و دیں الوداع

مداہنت، کاسہ لیسی، دریوزہ گری ان کے کیسہ اخلاق کے چلتے سکے ہوتے ہیں، ان بلند صفات کی وجہ سے ان کا قد کاٹھ اتنا اونچا ہوتا ہے کہ خوشامد وچاپلوسی کے میدانِ کارزار میں پورے پورے باون گزے ثابت ہوتے ہیں اور اونچے ایوانوں تک رسائی اور سرکار ودربار میں پذیرائی پاتے ہیں۔ ؎

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا ورنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

اس طبقۂ اشراف کے اخلاق واطوار اور سیرت وکردار کے چند نمایاں پہلو یہ ہیں۔ خواہشاتِ نفس کی اتباع ان کا دین ہے، حکام وامراء ان کے معبود ہوتے ہیں، دھن دولت ان کا قبلۂ حاجات ہے، مغرب زدگی اور طاغوت کی غلامی وتعبّد ان کی شریعت ہے، اباحیت پسندی و مادیت پرستی ان کا آئین و دستور ہے مغربی بے دین وخدا نا آشنا معاشرہ اور ان کا طرزِ زندگی ان کے لئے نمونہ اور اسوہ حسنہ ہے۔ خداوند قدوس کی محمد عربی ﷺ پر بھیجی ہوئی شریعت ان کے نزدیک بازیچۂ اطفال اور ذہانت وعیاری کی مشق کرنے کی ایک پہیلی ہے۔ اس وحیِ الٰہی کے بجائے واشنگٹن وپیرس اور لندن وبرلن کے آسمانوں سے مستشرقین کے واسطے سے یا براہ راست اترنے والے احکام وفرامین ان کے لئے وحی متلو وغیر متلو اور بمنزلہ کتاب وسنت کے ہیں

اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَہَا عِوَجًا. اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ م بَعِیْدٍ (سورۃ ابراھیم آیت ۳)

کا یہ مظہر ومصداق ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے دین اور بزرگانِ دین سے بے اعتمادی اور شک واضطراب میں مبتلا کرنے؛ اسلام کے مستقبل سے مایوسی، ذہنی ارتداد، معاشرتی انتشار پیدا کرنے اور جدید وقدیم کے نام پر تصادم وٹکراؤ کرانے کے مشن پر یہ مامور ہیں۔

باوجود صحیح اسلامی علم وفہم سے جاھل وناعاقبت اندیش ہونے کے ہمہ وقت ''ہمچو من دیگرے نیست'' کی زبانِ حال وقال سے لاف زنی کرتے ہیں۔ تکبر وخود پسندی اور عجب وپندار کے نشے میں ایسے چُور ومخمور رہتے ہیں کہ کئی کپی دارو چڑھانے اور جاموں پر جام لنڈھانے سے بھی شائد ہی اتنا نشہ وبدمستی چڑھتی ہو۔ ع

میر! ان نیم باز آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی ہے

علمائے حق کی سخت جانی واستقامت اور جمہور امت میں ان کے اعتبار واعتماد کی چٹان سے اجتہاد وتجدد کے نام پر ان کی اوباشی وآوارہ گردی اور الحاد وتحریف کے طوفانِ بے تمیزی کی لہریں ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں تو انتقاماً ان کو اپنی متکبرانہ ہفوات اور حواس باختگی کا یوں پھبتیاں کس کر نشانہ بناتے ہیں۔ ''روایتی مولوی، رجعت پسند، قدیم، کلاسیکل طبقے وغیرہ''

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ جمادی الاخریٰ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۰ھ** میں حضرت ابوالعلاء محمد بن احمد بن جعفر بن ابی جمیلۃ ذہلی وکیعی کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے، آپ کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۳۹)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۱ھ** میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن ابان بن قدیس بن صفوان ہیتی تغلبی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ ابنِ ابی عبایۃ کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۴۷۵)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۱ھ** میں حضرت ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن ہیثم قطیعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۶ ص ۱۵۴)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۱ھ** میں حضرت ابومعشر حسن بن سلیمان بن نافع دارمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۴۹، تاریخِ بغداد ج۷ص ۳۲۷)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۱ھ** میں حضرت ابوالفضل حماد بن مدرک فارسی فسنجانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۱۹)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۲ھ** میں حضرت ابوموسیٰ عیسیٰ بن کوج رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۷۳)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۲ھ** میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن حسن بن متویہ اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۴۳، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۷۴۰)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۴ھ** میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن اسحاق جوزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ توزی کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۶ ص ۱۸۷)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۴ھ** میں حضرت ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن یونس بغدادی وراق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۴۲، تاریخِ بغداد ج۶ ص ۳۸۵)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۵ھ** میں حضرت ابوالعباس محمد بن طاہر بن خالد بن ابی الدمیک بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۲۲۸)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۵ھ** میں حضرت ابوالحسن علی بن حسین بن حیان بن عمار بن واقد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۹۵)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۵ھ** میں حضرت ابوموسیٰ ہارون بن علی بن حکم مزوق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۴ ص ۳۰)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۵ھ** میں حضرت ابوالعباس محمد بن طاہر بن خالد بن بختری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ابی الدمیک کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۳۷۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۷ھ** میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن صالح بن شعبہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ کعب ذراع واسطی کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۳۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۷ھ** میں حضرت ابوعلی حسن بن طیب بن حمزہ بن حماد بلخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ شجاعی کے لقب سے معروف تھے (تاریخِ بغداد ج ۷ ص ۳۳۵)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۷ھ** میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن مالک بن عبداللہ بن سیف تجیبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۴۰)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۰۸ھ** میں حضرت ابومعمر سماعیل بن سعدان بن یزید بزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۶ ص ۲۹۸)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۰ھ** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عباس بن محمد بن ابومحمد یحییٰ بن مبارک یزیدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۱۱۳)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۰ھ** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عباس بن محمد بن ابی محمد یحییٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۶۱)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۰ھ** میں حضرت ابوبکر محمد بن خریم بن محمد بن عبدالملک بن مروان عقیلی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۲۹)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۱ھ** میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن السری الزجاج البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ علمِ نحو میں بڑے ماہر اور امام شمار ہوتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۶۰، تاریخِ بغداد ج ۶ ص ۹۲)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۲ھ** میں حضرت ابوالحسن احمد بن فرج بن منصور بن محمد بن حجاج بن ہارون بن حماد بن سعید بن صلت بن ابان فارسی وراق رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۳۴۲)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۲ھ** میں حضرت ابودلف ہاشم بن محمد بن عبداللہ خزاعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الوافی بالوفیات ج ۷ ص ۳۷۱)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۵ھ** میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن سعید جصاص رحمہ اللہ کی

وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۹ ص ۳۸۱)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۶ھ میں حضرت ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر سلمی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۵۲۸)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۷ھ میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن ابی خمیصہ مکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۴۸۵، تاریخِ بغداد ج۱ ص ۳۹۰)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۷ھ میں حضرت ابوعلی حسن بن محمد بن حسن بن زیاد اصبہانی دارکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۸۶)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۸ھ میں حضرت ابواحمد عبدالحمید بن محمد بن حسین بن عبداللہ سمسار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۶۷)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۹ھ میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ التمار المقری رحمہا اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۵۲)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۱۹ھ میں حضرت ابوالعباس ہاشم بن قاسم بن ہاشم بن عبدالوہاب بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی ہاشمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۴ ص ۶۸)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۱ھ میں حضرت ابوبکر احمد بن عبدالوارث بن جریر اسوانی مصری لعسال رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۴)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۱ھ میں حضرت ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبداللہ بن عبدالسلام بن ابی ایوب بیروتی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا لقب مکحول تھا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۴، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۱۵)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۲ھ میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن عیسیٰ بن خالد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مکی کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۶۴)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۲ھ میں حضرت ابوعمر احمد بن خالد بن یزید قرطبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن الجباب کے لقب سے مشہور تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۴۱، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۱۶، الوافی بالوفیات ج۲ ص ۳۴۷)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۵ھ میں حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن عبدویہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ براثی کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۲۲۰)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۵ھ میں حضرت ابوحاتم مکی بن عبدان بن محمد بن بکر بن مسلم تمیمی

نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۷۱)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۵ھ** میں حضرت ابوبکر احمد بن عبداللہ بن محمد نحاس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۲۲۹)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۵ھ** میں حضرت ابوحسین احمد بن عبداللہ ب خضر بن مسرور معدل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ سوسنجردی کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۲۳۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۶ھ** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن زید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بزریق مستملی کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۹ ص ۴۵۹)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۷ھ** میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود بلخی کعبی خراسانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۵۶)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۸ھ** میں حضرت ابوسعید حسن بن احمد بن یزید اصطخری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۵۲، تاریخِ بغداد ج۷ ص ۲۶۸)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۲۹ھ** میں حضرت ابومقاتل محمد بن عباس بن احمد بن شجاع رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مروزی کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۱۱۵)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۰ھ** میں حضرت ابواحمد محمد بن عبیداللہ بن زیاد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ زبورا کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۲ ص ۳۳۲)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۰ھ** میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن آدم بن ابوالرجال صلحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۸۵)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۱ھ** میں حضرت قاضی ابوالقاسم حسن بن علی بن منذر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۳۰۴)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۱ھ** میں حضرت ابویوسف یعقوب بن عبدالرحمٰن بن احمد بن یعقوب جصاص رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۴ ص ۲۹۴)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۱ھ** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن مخلد بن حفص دوری بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۳۳ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۵۷، طبقات الحفاظ ج۱ ص ۶۸، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۲۸، تاریخِ بغداد ج۳ ص ۳۱۱)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۲ھ** میں حضرت ابوعلی محمد بن ہمام بن سہیل بن بیزان کاتب رحمہ اللہ

کی انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۷۵)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۲ھ میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن یعقوب شیرجی خضیب حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۶ ص ۴۱)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۳ھ میں حضرت ابوعمرواحمد بن محمد بن ابراہیم بن حکیم مدینی اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن ممک کے لقب سے مشہور تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۳۰۷)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۴ھ میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن یحییٰ بن عیاش بن عیسیٰ متوثی بغدادی قطان اعوررحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۲۰متاریخِ بغداد ج۸ص ۱۴۸)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۶ھ میں حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن عبداللہ بن محمد بن حسین بن عبداللہ سمساررحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ ابن الحربی کے لقب سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۰۳)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۶ھ میں حضرت ابوبکرمحمد بن داؤد بن سلیمان بن سیار بن بیان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مصر میں رہتے تھے(تاریخِ بغداد ج۵ ص ۲۶۵)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۸ھ میں حضرت عباسی خلیفہ ابوالقاسم عبداللہ بن المکتفی علی بن المعتضد عباسی کی وفات ہوئی، ان کا لقب مستکفی باللہ تھا(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۱۱۳)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۸ھ میں حضرت ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن احمد بن صالح بن دینار معدل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ حبیش کے لقب سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۴۱۰)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۳۹ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن یعقوب وزیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۳۷۵)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۱ھ میں حضرت ابوالحسن شعبہ بن فضل بن سعید بن سلمہ تغلبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۹ ص ۲۶۶)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۴ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف شیبانی نیشاپوری بن اخرم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۵۰ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۶۹،طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۰،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۶۵)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۴ھ میں حضرت ابوحسن احمد بن خضر بن احمد نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کا شمار بڑے بڑے ائمہ میں ہوتا تھا(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۰۱)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۴ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ بن حسن تمیمی بغدادی علاف

رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۲۱)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۴ھ میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن یحییٰ قصار اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۶۹)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۴ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ بن حسن بن اسحاق تمیمی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۲ ص ۴۰۵)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۴ھ میں حضرت ابوبکر محمد بن عثمان بن ثابت بن اسماعیل بن ابان صیدلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۴۹)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۵ھ میں حضرت ابوبکر محمد بن عباس بن نجیح بغدادی بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۶۳ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۱۴، تاریخِ بغداد ج۳ ص ۱۱۸)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۶ھ میں حضرت ابومحمد حسن بن محمد بن اسحاق بن ازہر اسفرائینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الوافی بالوفیات ج۴ ص ۲۱۱)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۶ھ میں حضرت ابویعلیٰ عبدالمومن بن خلف بن طفیل بن زید بن طفیل، تمیمی نسفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۵۹ھ میں ہوئی،

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۸۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۰، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۶۷)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۴۷ھ میں حضرت ابوسعید عبدالرحمٰن بن احمد بن امام یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''تاریخ علمائے مصر'' نامی کتاب کے مصنف تھے، آپ کی ولادت ۲۸۱ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۷۹، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۲، تذکرۃ الحفاظ ۳ ص ۸۹۸، تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۷)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۰ھ میں حضرت ابوعمر احمد بن سعید بن حزم بن یونس صدفی اندلسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۱۰۵)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۰ھ میں حضرت ابومحمد اسماعیل بن علی بن اسماعیل بن یحییٰ بغدادی خطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۲۳)

□...... ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۰ھ میں حضرت ابومحمد اسماعیل بن علی بن اسماعیل بن یحییٰ بن بیان خطبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۶ ص ۳۰۴)

اصلاحی خطاب

مفتی محمد رضوان

حق اور باطل کی فیصلہ کُن گھڑی

وہ خطاب جو حضرت مدیر نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مورخہ ۲۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ بمطابق 19 / جون 2009ء بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل فرمایا اور مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ ونقل فرمایا، موجودہ حالات کے تناظر میں موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی اشاعت کی جارہی ہے (ادارہ......)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِا للّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُہٗ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَاالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّیِّدِالسَّنَدِ الْعَظِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ. اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (سورۃ الاسراء، آیت نمبر ۸۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اسلام انسان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے

معزز حضرات! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید، فرقانِ حمید میں اور حضور اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں آج سے چودہ سو سال پہلے جوامت کو پیش آنے والے حالات کی نشاندہی اور پیشین گوئی فرمائی تھی، وہ آج سو فیصد درست ثابت ہورہی ہے، اور ان کی روشنی میں قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی حقانیت پوری طرح سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی جارہی ہے۔

اس قربِ قیامت کے دَور سے متعلق جن فتنوں کے رونما ہونے کی نشاندھی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے فرمائی گئی تھی، وہ آج ہمارے سامنے ہے۔

اور اگرچہ ہمیں آج فتنوں اور قربِ قیامت کے دور میں مشکل حالات اور کٹھن مرحلات کا سامنا پیش

آ رہا ہے، لیکن ان فتنوں سے اپنے آپ کو بچانا اور ان کٹھن اور مشکل حالات سے بچ نکلنا ہمارے لیے ممکن ہے، بشرطیکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو تعلیمات بیان فرمائی ہیں، اور حضور ﷺ اکرم ﷺ نے ان تعلیمات کی جو تشریح فرمائی ہے، ہم ان تعلیمات اور حضور اکرم ﷺ کی تشریحات کو سامنے رکھیں، اسلام کی تعلیمات سے ہر دَور اور ہر حالت میں انسان اپنی اصلاح اور ہدایت حاصل کرسکتا ہے، کیونکہ ہر مرحلے، ہر موقعہ اور ہر حالت کے بارے میں اسلام کے اندر بنیادی تعلیمات موجود ہیں۔

اگر انسان ان تعلیمات کو پیشِ نظر رکھے تو وہ ایک طرف تو دنیا کے اور آخرت کے اعتبار سے ہر قسم کے فتنوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے، اور دوسری طرف دنیا اور آخرت کی کامیابی اور کامرانی بھی حاصل کرسکتا ہے

حق اور باطل کا ہمیشہ کا ساتھ

قرآن مجید کی جو آیت میں نے اس وقت تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک بنیادی اصول بیان فرمایا، وہ یہ ہے:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ. کہ آپ یہ فرمادیجیے کہ حق آچکا ہے، اور باطل گیا گزرا ہو چکا ہے۔

حق اور باطل کا تقابل اور ان کا ساتھ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیدائش کے وقت سے جاری ہے، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، تو اُن کی پیدائش حق کی شکل میں ہوئی، اور شیطان، ابلیس بھی نمودار ہوا، جو کہ باطل کی شکل میں آیا۔

تو انسان کی ابتداء حق اور باطل کے حالات میں وجود میں آئی ہے، حق اور باطل ساتھ ساتھ چلتا رہا ہے، دنیا میں انسان کو بھیجنے سے پہلے ہی حق کے مقابلے میں باطل موجود تھا، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام جب دنیا میں بھیجے گئے، تو ان کو دنیا میں بعد میں بھیجا گیا، ان سے پہلے ابلیس کی شکل میں باطل پہلے بھیج دیا گیا، انسان کا قدم تو زمین میں بعد میں پڑا، لیکن اس سے پہلے شیطان کی شکل میں باطل کو بھیج دیا گیا۔

تو معلوم ہوا کہ اس کائنات اور اس زمین کی ابتداء حق اور باطل کے اجتماع کے ساتھ ہوئی ہے، اور اس کی انتہاء بھی حق اور باطل کے اجتماع کی صورت میں ہوگی۔

چنانچہ جب باطل پوری طرح اپنی پوری سرکشی پر ہوگا، اور پوری طرح سے عارضی طور پر غالب ہوتا ہوا نظر آ رہا ہوگا، تو اس وقت میں اس دنیا کا خاتمہ کردیا جائے گا، اور قیامت برپا ہوجائے گی۔

تو معلوم ہوا کہ حق اور باطل سے تا قیامت یہ روئے زمین خالی نہیں ہوسکتی، ایسا نہیں ہوسکتا، کہ صرف حق

ہواور باطل نہ ہو، یا باطل ہواور حق نہ ہو، اگر ایسا ہو جائے کہ حق ہواور باطل نہ ہو، تو یہ بات ناممکن ہے، اس لیے کہ شیطان کو قیامت تک کے لیے مہلت دیدی گئی ہے۔

اور اگر ایسا تصور کرلیا جائے کہ باطل موجود ہو، اور حق کا وجود نہ ہو، تو پھر اس دنیا کو قائم رکھنے کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا۔

اسی لیے جب اس دنیا کو ختم کرنے کا وقت آئے گا، تو اس وقت حق کو اُٹھالیا جائے گا، اور باطلِ محض باقی رہ جائے گا، حق اس کے ساتھ نہیں ہوگا تو اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی۔

معلوم ہوا کہ اس زمین کا وجود حق اور باطل دونوں کے مجموعے اور دونوں طاقتوں سے قائم ہے، حق بھی ہے اور باطل بھی ہے، اور دونوں کی کشمکش جاری ہے۔

حق غالب اور باطل مغلوب ہوگیا

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا، کہ:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ. حق آچکا ہے، اور باطل گیا گزرا ہو چکا ہے۔

جس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باطل کا وجود ختم ہوگیا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ حق اتنا قوی طریقے پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو کر آچکا ہے، کہ اس کے دلائل و براہین اور حقانیت کی روشنی میں اب باطل اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اور باطل حق کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا۔

اور جب بھی باطل اور حق کا ٹکراؤ ہوگا، تو انجام اور نتیجے کے اعتبار سے باطل کو شکست ہوگی، اور حق کو فتح حاصل ہوگی۔

یہ ایک اللہ تعالیٰ نے اصول اور قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمادیا ہے، اس لیے کیسے بھی حالات پیدا ہو جائیں، ہر قسم کے حالات میں انجام کار کے اعتبار سے حق غالب رہنے والا، اور باطل مغلوب ہونے والا ہے۔

باطل کے عارضی غلبہ کی حقیقت

لیکن بعض اوقات تھوڑے بہت وقت کے لیے ظاہری نظر میں باطل غالب محسوس ہونے لگتا ہے، لیکن اس کا غالب ہونا عارضی ہوتا ہے، مستقل نہیں ہوتا، اور یہ باطل کی اصلی اور صحت اور تندرستی کی حالت نہیں ہوتی، بلک بیماری کی حالت ہوتی ہے۔

جیسے ایک شخص بیماری کے باعث موٹا ہوتا اور پھولتا جارہا ہو، تو بظاہر موٹا ہونا اور گوشت پوست کا زیادہ ہونا،

ظاہری نظر میں یہ طاقت کی نشانی تھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بیماری ہے، اس کو صحت اور تندرستی خیال کر لینا غلط ہے۔

اسی طریقے سے حق اور باطل کا معاملہ ہے کہ حق باطل کے مقابلے میں ہمیشہ غالب آتا ہے، اور باطل ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے، لیکن باطل بعض اوقات ظاہری طور پر دیکھنے میں صحت مند محسوس ہونے لگتا ہے، اور گویا عارضی طور پر طاقتور اور حق محسوس ہونے لگتا ہے، حالانکہ وہ حق نہیں ہوتا۔

جیسے جب انسان کی موت کا وقت قریب آتا ہے، تو اس کے بعض جسم کے حصوں پر ورم چڑھ جاتا ہے، مثلاً پاؤں، چہرے، آنکھوں اور معدے پر ورم آجاتا ہے، تو یہ ورم اس کی شکست کی دلیل ہوتی ہے۔

اسی طریقے سے باطل اس وقت جو ظاہری جسم کے اعتبار سے موٹا تازہ نظر آرہا ہے، تو یہ اس کی بیماری کی انتہاء کی دلیل ہے، اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے، اور بیماری جب بڑھتے بڑھتے ترقی کرتی ہے، تو پھر اس کا خاتمہ موت پر ہوتا ہے۔

موجودہ وقت میں بھی ہمیں اسی صورتِ حال کا سامنا ہے، کہ باطل اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس وقت حق کے ساتھ ٹکرا رہا ہے، اور بظاہر اول وہلہ میں یہ محسوس ہو رہا ہے کہ باطل غالب آنے والا ہے، یا باطل حق ہے، چنانچہ کافروں کا تو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے کا عقیدہ ونظریہ ہے، اور انہیں اس کا یقین ہے۔

جبکہ بعض کمزور ایمان والے مسلمانوں کا اگرچہ حق کے باطل اور باطل کے حق ہونے کا یقین اور عقیدہ نہ ہو، لیکن وہ شک اور وسوسہ میں ضرور ہیں......تو اسی طریقے سے باطل اس وقت بیماری کی وجہ سے موٹا ہو چکا ہے بظاہر لگ رہا ہے کہ یہ تندرست اور صحت مند ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ بیماری کی وجہ سے موٹا ہو رہا ہے، اس پر بیماری کا ورم چڑھ رہا ہے، اور وہ اب اپنے آخری اسٹیج پر ہے۔

اس لیے اس باطل کے ظاہری موٹا ہونے سے متأثر نہیں ہونا چاہئے، اور اس پر چڑھے ہوئے ورم کو دیکھ کر کسی شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

اور جب مقابلہ کی آخری گھڑی ہوتی ہے، تو مقابلہ میں زور شور بڑھ جاتا ہے، اور ہر قسم کے داؤ پیچ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لیکن فتح وشکست کا فیصلہ زور وشور اور داؤ پیچ پر نہیں ہوتا، بلکہ انجام کار پر ہوتا ہے۔

جیسے دو پہلوان اکھاڑے میں آتے ہیں، کشتی لڑتے ہیں، اپنے اپنے داؤ پیچ لڑاتے ہیں، اتار چڑھاؤ مختلف مراحل پر پیدا ہوتا ہے، ہر فریق اپنے اپنے داؤ پیچ استعمال کرتا ہے، لیکن فیصلہ انجام پر ہوا کرتا ہے۔

حق اور باطل کا ہمہ گیر مقابلہ

اسی طریقے سے اس وقت باطل اپنے آخری اسٹیج پر ہے، اور وہ اپنے ہر قسم کے حربوں کو اختیار کررہا ہے، اپنے ہر قسم کے داؤ پیچ لڑا رہا ہے، اگر ایک سے اسے کامیابی نہیں مل رہی، تو دوسرا استعمال کررہا ہے، تیسرا استعمال کررہا ہے، اس کے پاس جتنے بھی داؤ پیچ ہیں، سارے کے سارے بروئے کار لارہا ہے۔

اس لئے مقابلہ صرف مادی میدان کے اندر سمجھ لینا، اسلحے کے میدان میں سمجھ لینا، محدود سوچ ہے، پھر حق کے مقابلہ میں باطل کا ٹکراؤ اس وقت وسیع اور ہمہ گیر ہے۔

عقائد اور نظریات کے میدان میں بھی ہے، ایک طرف سے شیطانی وطاغوتی قوتیں ابلیس اور شیطان کی تلبیسات کو عام کررہی ہیں، اور ایمان کے اوپر حملہ آور ہورہی ہیں، اور دوسری طرف اعمال کے میدان میں یہ مقابلہ چلا ہوا ہے، اور ظاہری مادی طاقت کے میدان میں بھی یہ مقابلہ جاری ہے۔

باطل فرعون کی شکل میں

یاد رکھیے! حق وباطل کا یہ مقابلہ وہی مقابلہ ہے، جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے اس روئے زمین پر نازل ہونے سے ہوئی، اور اس کے بعد شیطان اور ابلیس کی طاقتیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی رہیں، فرعون کی شکل میں بھی حکومت وسلطنت کے رنگ میں سپر طاقت بن کر ظاہر ہوئی، قارون کی شکل میں بھی معاشی اور مال ودولت کے رنگ میں ظاہر ہوئی، اور ہامان، شداد کی شکل میں بھی ظاہر ہوئی، لیکن کوئی طاقت بھی حق کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکی۔

فرعون جو اپنے آپ کو سپر طاقت سمجھ رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوا، ایک طرف باطل فرعون کے ٹڈی دل لشکر کی شکل میں تھا، اور اس کی مضبوط حکومت اور سلطنت تھی، جس کو اپنے دور کی مادی سپر در سپر طاقت کہنا چاہیے، اور دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بے سروسامانی کے عالم میں تھے، اور ان کے جو حواری تھے، وہ بھی اس وقت غلام بن کر زندگی بسر کررہے تھے، ان کے پاس اپنی کوئی حکومت نہیں تھی، اپنی کوئی فوج نہیں تھی۔

فرعون کے فیصلے مسلط تھے، مقابلہ تو جاری رہا، بالآخر جب فیصلے کی گھڑی آپہنچی، تو فرعون اور اس کا لشکر ایسے مقام پر شکست کھا گیا جس مقام پر اسلحے کی جنگ نہیں تھی، جس مقام پر ایک دوسرے کے مقابل فوجیں نہیں کھڑی تھیں، بلکہ بظاہر تو حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور ان کی قوم فرعون سے جان بچا کر

بھاگ رہی تھی، ایسے موقعے پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فیصلہ فرمایا، جس کا اس وقت وہم وگمان بھی نہیں تھا۔
یہ فیصلہ کیسے وقت پر ہوا، ایسے وقت پر نہیں کہ فرعون کے مقابلے میں کوئی سپر طاقت والا ماڈی بادشاہ تھا، اس کے مقابلہ میں کوئی ظاہری سلطنت تھی، یا فرعون کی طرح کی کوئی فوج مقابلے میں تھی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح کے لیے کسی تلوار یا ایٹم بم کی ضرورت نہیں پڑی۔
بلکہ فرعون جس راستہ کو کامیابی کا ذریعہ سمجھ رہا تھا، کہ اس سے گزر کر موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر غالب آجاؤں گا، وہی دریا اس کی شکست کی دلیل بن گیا، اسی کے اندر اس کو غرق کر دیا گیا، جب غوطے کھانے لگا، اور فرعون کو بات سمجھ میں آگئی کہ حق کیا تھا اور باطل کیا تھا، تو اس وقت اس نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رب پر ایمان لا رہا ہوں۔
لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا کہ اب ایمان لاتا ہے، اب تو تمہارے ایمان لانے کا وقت ختم ہو چکا ہے، اب ایمان لانے کا وقت نہیں ہے۔
فرعون کو شکست ہوئی، اور آج بھی فرعون کی باڈی عبرت کا سامان لے کر ہمارے سامنے دنیا میں موجود ہے، اس کے اوپر باقاعدہ پروگرام بنائے جا رہے ہیں، باقاعدہ تحقیق اور ریسرچ کی جا رہی ہے، سب کچھ کیا جا رہا ہے، لیکن کوئی تحقیق اور کوئی ریسرچ قرآن وسنت کے خلاف ثابت نہیں ہو رہی۔
بلکہ سب تحقیقات سے قرآن وحدیث کی تائید ہوتی جا رہی ہے، غرضیکہ ہر طرح کے مشاہدات ہو رہے ہیں، اور یہ سب حق کے غالب اور باطل کے مغلوب ہونے کی گواہیاں دے رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم ٹس سے مس ہونے کے لیے تیار نہیں۔

باطل قارون کی شکل میں

قارون کی معیشت حق کا مقابلہ نہیں کر سکی، آج کی جنگ بھی معاشی جنگ سمجھی جا رہی ہے، لیکن وہ بھی قارون کی طرح حق کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جب فیصلے کی گھڑی آ پہنچی، تو قارون کا کوئی خزانہ کام نہیں دے سکا، وہ اپنے خزانے سمیت زمین کے اندر دھنسا دیا گیا۔
خزانہ اور اس خزانے کا مالک ہی زمین کے اندر دھنس گیا، دوسروں کو زمین میں مغلوب کرنے کا اس نے فیصلہ کیا ہوا تھا، لیکن خود ہی اس کا نام ونشان ختم ہو گیا، کتنی رمق اور دمق کے ساتھ، کتنی آب وتاب اور کتنی زینت اور رونق کے ساتھ قارون اپنے محلات سے برآمد ہوا تھا، اور کس طرح سے اس نے اِترا کر کہا تھا کہ

میں اس مال ودولت کا مالک ہوں، میں نے اپنی قوت کے بل بوتے پر یہ مال ودولت حاصل کیا ہے۔
لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اس کے خزانوں کے ساتھ زمین کے اندر دھنسانے کا فیصلہ فرمادیا اور قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔

حق اور باطل کی جنگ میں فیصلے کا وقت

معزز حضرات! ان واقعات سے معلوم ہوا کہ فتح اور شکست کے فیصلے اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت جو آتی ہے، وہ حق کے ساتھ ہی آتی ہے، باطل کے ساتھ نہیں آتی۔
لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ حق اور باطل کو ایک دوسرے سے پوری طرح ممتاز اور جدا کرنے کے لیے ایک امتحان کی گھڑی سے گزارتے ہیں، کہ جو ایک خلطِ مبحث پیدا ہو چکا ہے، حق باطل محسوس ہو رہا ہے، اور باطل حق محسوس ہو رہا ہے، باطلین حق کا لیبل لگا کر سامنے آ چکے ہیں اور حق والوں کو باطل سمجھا جا رہا ہے، تو اس امتحانی دورانیے سے گزار کر حق اور باطل کو الگ الگ کر دیا جاتا ہے، چھٹائی کر دی جاتی ہے، جب حق اور باطل الگ الگ ہو جاتا ہے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے پھر ایک بالکل فائنل، آخری اور حتمی فیصلہ ہوا کرتا ہے۔

فتح ظاہری ساز وسامان پر موقوف نہیں

وہ فیصلہ مادی طاقتوں کی بنیاد پر نہیں ہوا کرتا۔
وہ فیصلہ کثرت اور قلت کی بنیاد پر نہیں ہوا کرتا، وہ فیصلہ ظاہری تعداد کی بنیاد پر نہیں ہوا کرتا، مال اور دولت کی کثرت اور قلت کی بنیاد پر نہیں ہوا کرتا، حسن وجمال کی بنیاد پر نہیں ہوا کرتا۔
بلکہ وہ فیصلہ حق اور باطل کی بنیاد پر ہوا کرتا ہے، چاہے حق باطل کے مقابلے میں قلیل ہو، اور باطل حق کے مقابلے میں کثیر ہو، چاہے حق باطل کے مقابلے میں بظاہر کمزور ہو، اور باطل حق کے مقابلے میں بظاہر طاقت ور ہو۔
ان چیزوں پر فیصلہ نہیں ہوا کرتا، کہ جدھر کثرت زیادہ ہے، اس طرف فیصلہ کر دیا جائے، اس کو فتح یاب شمار کر دیا جائے، یا جس طرف تعداد زیادہ ہے، اس کو فتح یاب شمار کر دیا جائے، جس وقت جس طرف کثرتِ رائے ہے، اس کو کامیاب شمار کر دیا جائے، بلکہ فیصلہ فتح اور شکست کا حق اور باطل کی بنیاد پر ہوا کرتا ہے۔
تو اب فیصلے کی گھڑی قریب ہے، زیادہ دُور نہیں ہے، لیکن امتحانی دورانیہ چل رہا ہے، اس امتحانی گھڑی میں کامیابی اور ناکامی کا امتیاز ہونا ہے، چھانٹ ہونی ہے، کہ کون حق پر ثابت قدم رہتا ہے، اور کون لڑکھڑا کر باطل کے ساتھ مل جاتا ہے۔

جو شخص، جو فرد، جو قوم، جو ملت بھی اس امتحانی گھڑی میں اور اس امتحانی دورانیے میں ڈگ مگا گئی، اور حق کا ساتھ چھوڑ گئی، تو لازماً اور ضرور بالضرور اس نے شکست سے دوچار ہونا ہے، اور جو امتحان میں ثابت قدم رہی، بے سروسامانی کے عالَم میں اس کی نظر اللہ تعالیٰ پر رہی، اسباب کی قلت اور کثرت پر نہیں ہوئی، مال کی فراوانی پر نہیں ہوئی، بلکہ اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہوئی، اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ہوئی، تو وہ یقیناً کامیاب شمار ہوگی۔

تو اب ان حالات میں جو حق اور باطل کی تلبیس ہو رہی ہے، یہ تلبیس اس لیے ہو رہی ہے، تاکہ تلبیس کے بعد امتیاز پیدا کر دیا جائے۔

دیکھیے! جس وقت امتحان کے پرچے ہوتے ہیں، اس وقت میں جو فیل ہونے والے ہوتے ہیں، وہ اور جو پاس ہونے والے ہوتے ہیں وہ، سب ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں، ایک ہی پرچہ دیتے ہیں، ایک ہی مقام پر موجود ہوتے ہیں، لیکن یہ پرچے اور امتحان اس لیے ہوتا ہے، تاکہ کامیاب اور ناکام ممتاز ہو جائیں، جو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہیں، وہ الگ الگ کر دیے جائیں۔

اسی طریقے سے اب ہمارے سامنے حق و باطل کی یہ امتحانی گھڑی ہے، اس موقعے پر حق اور باطل گڈ مڈ ہو چکا ہے، اس طرح سے گڈ مڈ ہو چکا ہے، کہ سچے کو جھوٹا سمجھا جا رہا ہے، اور جھوٹے کو سچا سمجھا جا رہا ہے، حق کو باطل سمجھا جا رہا ہے، اور باطل کو حق سمجھا جا رہا ہے۔

باطل کے اوپر جو ورم چڑھ گیا ہے، اسے صحت اور تندرستی سمجھا جا رہا ہے، اور جو ورم صحت اور تندرستی کی وجہ سے ختم ہو رہا ہے، اس کو بیماری سمجھا جا رہا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ دارومدار انجام پر ہوا کرتا ہے۔

جس چیز کا انجام موت نکلے، وہ بیماری ہے، جس چیز کا انجام زندگی نکلے، وہ صحت اور تندرستی کی دلیل ہے۔

لہٰذا باطل نے ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے، اور حق نے فتح اور کامیابی اور کامرانی کی حیاتِ دائمی حاصل کرنی ہے، حق اسی لیے پیدا کیا گیا ہے لہٰذا حق اور باطل میں جو اس وقت امتیاز نہیں ہو رہا ہے، کہ حق کون سا ہے؟ اور باطل کون سا ہے؟ پتہ نہیں چل رہا کہ حق کیا ہے، اور باطل کیا ہے؟

تو یہ دراصل وہی شیطانی تلبیس ہے کہ شیطان کا نام ابلیس اسی لیے رکھا گیا ہے کہ وہ حق اور باطل کے اندر تلبیس پیدا کرتا ہے، وہ حق و باطل کو گڈ مڈ کر دیتا ہے۔

موجودہ حالات میں میڈیا کا کردار

اور آج کا جو میڈیا ہے، اُس کا ایک عمومی مزاج یہ ہے کہ میڈیا تلبیسات کا اڈّہ اور مرکز ہے، وہاں سے حق

اور باطل کو گڈ مڈ کر کے پیش کیا جاتا ہے، رسی کو سانپ بنا دیا جاتا ہے، اور جھوٹ کو سچ بنا دیا جاتا ہے۔

اگرچہ کوئی ایک آدھ پروگرام ایسا نہ ہو، لیکن عمومی مزاج میڈیا کا یہی ہے۔

پورے عالمِ کفر کا میڈیا مِلَّۃِ واحدۃ بن کر اسلام اور مسلمانوں پر یلغار کیے ہوئے ہے۔

ایسے ایسے پروگرام اور ڈرامے ترتیب، تجویز اور نشر کیے جا رہے ہیں، جن سے اسلام اور مسلمانوں کو بھرپور طریقے پر بدنام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، پورا کفر اسلام پر یلغار کیے ہوئے ہے۔

ہر طرف سے اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جارہے ہیں، مسلمانوں کو بُری قوم بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔

اسلام عالمی امن کا ذریعہ

حالانکہ اگر اسلام نہ ہوتا، تو آج روئے زمین پر کوئی موجود نہ ہوتا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔

آپ ﷺ کی بعثت عام عذاب کے رُکنے کا باعث ہے، آپ ﷺ کی امت پر عذابِ عام نہیں آئے گا۔

پہلے جو ایک ہمہ گیر عذاب آیا کرتا تھا، ساری قوم کا صفایا کر دیا جاتا تھا، ملیامیٹ کر دیا جاتا تھا، اس طرح کا عذابِ عام نہیں آئے گا، یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، تو اس لیے آپ ﷺ رحمۃ للعالمین بنا کر پیدا کیے گئے، آپ کی بعثت تمام جہانوں کے لیے رحمت کا ذریعہ ہے، اس لیے آج آپ ﷺ کی بعثت، اسلام کی آمد، اسلام کا وجود، پوری دنیا کے لیے اور روئے زمین کے تمام انسانوں کے لیے رحمت ہے۔

یاد رکھیے! جب اسلام اُٹھا لیا جائے گا، تو قیامت قائم ہوجائے گی، اس لیے اسلام کا پورے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں پر بہت بڑا احسان ہے۔

اور انسانوں پر ہی نہیں، بلکہ جانوروں پر بھی احسان ہے۔

ظاہر ہے کہ جب دنیا نہیں رہے گی، اور دنیا تو اسی مجموعے کا نام ہے، جس میں انسان بھی داخل ہیں، اور جانور بھی داخل ہیں، سب چیزیں اس میں آجاتی ہیں، اس لیے اسلام جب تک دنیا کے اندر موجود ہے، تو دنیا موجود ہے، یہ آسمان، زمین، پینے کے لیے پانی، سانس لینے کے لیے ہوا، کھانے پینے کے لیے رزق جو زمین سے اُگ رہا ہے، یہ سب کچھ اسلام اور مسلمانوں ہی کے دم بدم سے ہے، مگر اسلام اور مسلمانوں کو کافر اور نام نہاد مسلمان ختم کرنے کے درپے ہیں، یاد رکھیے! کہ اسلام جس دن ختم ہوجائے گا، اس دن دنیا

Iqra Ghufran

اور پورا عالَم ہی ختم ہو جائے گا۔ اس بات کو گہرائی کے ساتھ سمجھا نہیں جا رہا۔

اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی ہی قبر کا انتظام کیا جا رہا ہے، اپنے ہی ہاتھوں سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والا طبقہ اور عالَمِ کفر اپنی قبر کا انتظام کر رہا ہے، اور اپنی قبر کھود رہا ہے، جس میں اس نے خود دفن ہونا ہے۔

تو شیطان تو اپنے چیلوں چپٹوں سمیت اسلام کو ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے ہی، نام نہاد مسلمان بھی ان کا آلۂ کار بنے ہوئے ہیں، خود نام نہاد مسلمان بھی اسلام کے بارے میں طرح طرح کے شکوک شبہات پیدا کرنے میں مصروف ہیں، لیکن ان سب کے باوجود اسلام اپنی شمع روشن کیے ہوئے ہے، اور اس کا ہر حکم اور ہر دلیل اپنی جگہ مستحکم اور مضبوط ہے، اس کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے، جس پر اُنگلی رکھی جا سکے، اگر کسی چیز پر اُنگلی رکھی جا سکتی ہے، تو وہ مسلمانوں کا اپنا کردار تو ہو سکتا ہے، اپنا قول اور فعل تو ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ اسلام کا صحیح ترجمان نہیں۔

اگر مسلمان اسلام کا صحیح ترجمان بن جائے تو جس طرح سے اسلام کا کوئی حکم بھی اُنگلی رکھنے کے قابل نہیں ہے، اسی طریقے سے مسلمان کا کوئی قول فعل بھی انگلی رکھنے کے قابل نہ ہو۔

جب مسلمان کا اسلام کے ساتھ تعلق کمزور پڑا، اسی وقت سے اس پر اُنگلیاں رکھی جا رہی اور انگلیاں اُٹھائی جا رہی ہیں

اسلام اپنے دلائل کے ساتھ مستحکم ہے

آج کہا جا رہا ہے کہ اسلام بے کسی کے عالَم میں ہے، اسلام بے سروسامانی کے عالَم میں ہے، مسلمان بھی اپنی زبان سے یہ بات کہہ رہے ہیں، حالانکہ اسلام بے سروسامانی کے عالَم میں نہیں ہے، اسلام کے تمام اصول واحکام مستحکم اور مضبوط ہیں، اور تمام دلائل ٹھوس ہیں، اس کی بنیادیں، تنا اور اس کی شاخیں مضبوط ہیں، اس کا پھل اور پھول مضبوط ہیں، یہ پورے کا پورا شجرۂ طیبہ اپنے جڑ، تنوں اور شاخوں سمیت پوری طرح تروتازہ، ہرا بھرا، اور مضبوط اور مستحکم ہے۔

اسلام کسمپرسی کے عالَم میں نہیں، بلکہ مسلمان کسمپرسی کے عالَم میں ہے، اسلام کمزور نہیں ہے، بلکہ مسلمان کمزور ہیں، اور اسی وجہ سے کمزور ہیں کہ انہوں نے اسلام سے اپنا تعلق کمزور کر لیا ہے، آج بھی مضبوط ہونے کا یہی راستہ ہے، کہ جو چیز مضبوط ہے، اس کے ساتھ اپنا تعلق جوڑیں، تا کہ خود بھی مضبوط ہو جائیں، کمزور چیز کو مضبوط بننے کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ مضبوط چیز سے اپنا رشتہ مضبوط کریں، جتنا کمزور چیز مضبوط چیز سے اپنا رشتہ مضبوط کرے گی، اتنی ہی زیادہ اس کے اندر قوت اور مضبوطی آئے گی۔

تو اپنے اندر قوت اور مضبوطی پیدا کرنے کا طریقہ صرف اور صرف یہی ہے کہ اسلام کے ساتھ پورے طریقے سے وابستہ ہو جائیں، ظاہری اعتبار سے بھی اور باطنی اعتبار سے بھی۔

آدھا تیتر آدھا بٹیر رہنے کا دور ختم ہونے والا ہے، حق اور باطل کی تلبیسات کا سلسلہ مٹنے والا ہے، دجال کی آمد قریب ہے اور دجالی دور وہ ہے، جس سے حق اور باطل بالکل الگ ہو جائے گا، خلطِ مبحث باقی نہیں رہے گا، اور کوئی التباس واشتباہ باقی نہیں رہے گا، یہ دور حق اور باطل کے اندر ایک حدِ فاصل قائم کرتا چلا جائے گا، کوئی بھی حق، باطل کے ساتھ وابستہ نہیں رہے گا، باطل حق کے ساتھ وابستہ نہیں رہے گا، یہ دور حق اور باطل کے درمیان سدِ سکندری ثابت ہوگا، جس کو توڑا نہ جاسکے گا، دجالی دور کے حالات کچھ خوشگوار نہیں ہیں، وہ حالات اتنے اطمینان بخش نہیں ہیں، جتنے اطمینان بخش ہم نے سمجھا ہوا ہے۔

بلکہ وہ ایسے حالات ہیں کہ جن کو زبان سے بیان نہیں کیا جاسکتا، اور زبان سے صحیح حقیقت سُن کر یقین بھی نہیں کیا جاسکتا، اس لیے اگر ان حالات سے گزر کر کامیابی سے ہمکنار ہونا ہے، تو اس کا طریقہ صرف اور صرف اسلام کے ساتھ وابستگی ہے، اسلام کے ساتھ اپنے عقائد، اور نظریات کو وابستہ کیا جائے، ابلیس کی تلبیسات سے اپنے عقائد اور نظریات کو محفوظ کیا جائے، اسلام کے بارے میں جو شکوک اور شبہات پیدا کیے جارہے ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچایا جائے، اسلام کی حقانیت اور اسلام کی استحکامیت کو اپنے دلوں کے اندر مضبوط کیا جائے، اور اس کا یقین پیدا کر لیا جائے کہ کوئی بھی مذہب دنیا کا ایسا نہیں ہے، جو نجاتِ کاملہ کی دلیل ہو، سوائے مذہبِ اسلام کے، صرف اور صرف یہی حقیقی کامیابی کی دلیل ہے۔

اصلاحِ ایمان، عقائد و اعمال کی ضرورت

اور عقائد و نظریات کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال کو پختہ کیا جائے، اور پورے طریقے سے ایمانی، نظریاتی اور عملی پختگی پیدا کی جائے...... نجات کا صرف اور صرف یہی ایک راستہ رہ گیا ہے، اور سارے راستے تجربات کے مراحل سے بلکہ تلخ تجربات کے مراحل سے گزر چکے ہیں، اب کوئی تجربہ مزید باقی نہیں رہا، کوئی تجربہ ایسا باقی نہیں رہا، کہ اس کو کرنے کی ضرورت ہو، تمام تجربات سے گزر چکے ہیں، اور ان کے تجربات تلخ شکل میں ظاہر ہو چکے ہیں، اب کس نئے تجربے کی گنجائش باقی رہ گئی ہے؟

خوب اچھی طرح یقین حاصل کر لیجیے کہ بے شک مسلمان اس وقت ظاہری طور پر بے سروسامانی کے عالَم میں ہیں، ہماری حکومتیں مستحکم نہیں، ہماری معیشت مستحکم نہیں، ہمارے سارے مادی امور کمزور ہیں، اور کفر

ظاہری طور پر حکومت وسلطنت اور معیشت کے اعتبار سے مستحکم ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے فتح اور شکست کا فیصلہ کس مرحلہ پر آتا ہے؟

وہ بے سروسامانی کے عالم میں بھی آجاتا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آیا، لیکن ہم یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم بھی بے سروسامانی کے عالم میں ہیں لہٰذا ہمارے لیے بھی کامیابی کا فیصلہ آنے والا ہے۔

یاد رکھیے! یہ فیصلہ دنیا کی تو بے سروسامانی کے عالم میں تھا، لیکن دل خزانے سے بھرا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ کے اوپر ایمان اور یقین سے دل مالا مال تھا، اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ تھا اور دل مطمئن تھا، اسی لیے تو انہوں نے بے سروسامانی کے عالَم میں کہا تھا کہ ہمارے ساتھ ہمارا رب ہے۔ تو دل کے خزانے ان کے لیے کامیابی اور فتح کا باعث بنے۔

جب پورے بے سروسامانی کے عالم میں ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر یہ یقین کامل حاصل ہو جائے گا کہ فتح اور شکست ان ظاہری مادی چیزوں پر مبنی نہیں ہوا کرتی، حکومت وسلطنت کی ظاہری طاقت کے بل بوتے پر نہیں ہوا کرتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بل بوتے پر مبنی ہوا کرتی ہے، تو جب ان اسباب سے یقین اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین براہِ راست ہو جائے گا، تو اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ بے سروسامانی کے عالَم میں فتح کو شکست سے تبدیل فرما دیں گے، اور شکست کو فتح سے تبدیل فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت پر یقینِ کامل ہونا چاہیے، بے شک مسلمانوں کا بے سروسامانی کا عالم ضرور ہے، لیکن اندر کا معاملہ جب درست ہوگا، تو فیصلہ اسی وقت ہو جائے گا۔ اور کامیابی بھی اسی بنیاد پر ملے گی، ورنہ جس طریقے سے باطل نے ناکامی کا سامنا کرنا ہے، تو نام نہاد حق کے نام لیوا بھی انہی کے ساتھ ناکامی کا حصہ بن جائیں گے۔

آج مسلمان اس ایمانی اور دل کی دولت وخزانے سے محروم ہیں، اور کافر تو ہیں ہی، صرف ظاہری طور پر اسلام کا نام لینا کافی نہیں، حقیقی کامیابی تب ہی ملے گی، جب اسلام سے ہمارا رشتہ مضبوط ہوگا، اور اسلامی تعلیمات سے ہم واقف ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ پر ہمیں مکمل بھروسہ ہوگا، اور ہمارا دل شکوک وشبہات سے پاک ہوگا۔

دعا فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی کامل قدرت اور کبریائی کی دولت سے اپنے دلوں کو معمور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہِ رب العلمین.

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط۹)

مفتی محمد امجد حسین

نماز کے اندرونی فرائض

قرأت

نماز کا تیسرا رکن قرأت ہے، جس کی فرض مقدار تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت (چھوٹی تین کے برابر) پڑھنا ہے (عندالصاحبین) فقہاء کرام نے چھوٹی تین آیات کا نمونہ ان تین آیات کو قرار دیا ہے:

ثُمَّ نَظَرَ (۲۱) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (۲۲) ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ (المدثر ۲۱ تا ۲۳)

ان تین آیات میں تلفظ کے اعتبار سے ۲۹ حروف ہیں، لہٰذا تین چھوٹی آیتوں کے برابر ایک بڑی آیت وہ شمار ہوگی جو کم از کم ۲۹ حروف پر مشتمل ہو فرض نماز میں فرض قرأت کا مقام دو رکعتیں ہیں خواہ وہ فرض نماز دو رکعتوں والی ہو یا تین یا چار رکعتوں والی ہو اور خواہ پہلی دو رکعتوں میں (وہ قرأت پڑھی گئی) ہو یا آخری دو رکعتوں میں ہو اور خواہ ایک رکعت پہلے دوگانہ کی اور ایک رکعت دوسرے دوگانہ کی ہو (البتہ پہلے دوگانہ میں چونکہ قرأت کرنا واجب ہے یعنی اس دوگانہ کو قرأت کے لئے متعین کرنا واجب ہے لہٰذا اس کی خلاف ورزی پر سجدہ سہو واجب ہوگا جس کی تفصیل واجبات نماز کے بیان میں آئے گی) اگر فرضوں کی ایک رکعت میں بھی قرأت نہ کی یا صرف ایک رکعت میں قرأت کی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ سنت، واجب، نفل نمازوں کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم قرآن کی ایک آیت ہے، سورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لئے اتری ہے لیکن صرف بسم اللہ الرحمان الرحیم کے پڑھنے سے قرات کا فرض (احتیاطاً) ادا نہیں ہوتا اس لئے کہ اسکے قرآن ہونے میں اختلاف ہے۔

قرأت صحیح جب ہوگی کہ تمام حروف ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر مخرج سے صحیح ادا ہوں اور آہستہ پڑھنے کی صورت میں اتنی زیر لب آواز ہو کہ خود کو سنائی دے، جبکہ شور وغل یا بہرا پن وغیرہ نہ ہو (ان وجوہات کی وجہ سے خود کو سنائی نہ دے تو معاف ہے)، اگر قدرت ہوتے ہوئے بھی حروف صحیح ادا نہ کرے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی جو معذور ہو (مثلاً توتلا، ہکلا) اس کی زبان سے غیر صحیح حروف بھی نکلیں تو عذر کی وجہ سے معاف ہے،

قرأت متواتر قرائتوں میں ہونی چاہئے، شاذ قرأت میں قرآن پڑھا تو قرأت کا فریضہ ادا نہ ہوگا (متواتر روایتوں کے علاوہ باقی قراءتیں شاذ کہلاتی ہیں)

مقتدی امام کے پیچھے کسی رکعت میں، کسی نماز میں قرأت نہ کرے، نہ سورہ فاتحہ پڑھے نہ دوسری سورت، نہ آہستہ کی نماز میں نہ جہری نماز میں، اس لئے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے (ائمہ احناف کا اس بات پر اتفاق ہے اور امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کی روایات اَسّی (۸۰) جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جن میں حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی ہیں)

قرأت کے اعتبار سے نماز پڑھنے والوں کی اقسام

اس اعتبار سے نمازیوں کی درج ذیل اقسام ہیں۔

(۱) منفرد (اکیلا نماز پڑھنے والا) **(۲)** امام (نماز پڑھانے والا) **(۳)** مُدرِک (امام کی اقتداء میں پوری نماز پڑھنے والا) **(۴)** مسبوق (ایک یا زیادہ رکعتیں ہوچکنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے امام کی اقتداء میں شامل ہونے والا) **(۵)** لاحق (امام کی اقتداء میں نماز شروع کی بعد میں بے وضگی وغیرہ لاحق ہونے کی وجہ سے نماز سے نکلنا پڑا اور اس دوران کوئی رکعت یا بقیہ تمام نماز امام نے مکمل کرلی یہ بعد میں آیا) **(۶)** مسبوق لاحق (جس کے امام کے ساتھ شامل ہونے سے پہلے بھی ایک یا زیادہ رکعتیں امام پڑھ چکا ہو اور شامل ہونے کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے پہلے اسے بے وضگی وغیرہ کی وجہ سے نماز سے الگ ہونا پڑا ہو) واضح رہے کہ پہلی دو قسموں یعنی منفرد اور امام کے علاوہ باقی چاروں قسمیں مقتدی ہی کی ذیلی قسمیں اور احوال ہیں۔

ان مختلف قسموں کے احکام

پہلی دو قسمیں یعنی منفرد اور امام حسب ترتیب نماز پڑھیں گے اور ہر رکعت میں قرأت کریں گے، (یعنی فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ اور باقی ہر نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ مع سورۃ پڑھیں گے)

مدرک (شروع سے آخر تک کا مقتدی)

امام کے پیچھے پڑھی جانے والی نمازوں میں فاتحہ اور سورۃ نہیں پڑھے گا، خاموش کھڑا رہے گا (باقی سنتوں، نفلوں وغیرہ میں اور اکیلے پڑھی جانے والی ہر نماز میں وہ منفرد ہے قرأت کرے گا)

مسبوق

مسبوق سے خواہ بعض رکعتیں رہ گئی ہوں یا کل رکعتیں۔کل رکعتیں رہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ امام جو نماز پڑھا رہا ہے اس کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوا ہو دو رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد، اسی طرح تین، یا چار رکعت والی نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوا ہو۔آخری حد امام کا پہلا سلام پھیرنے تک ہے یعنی دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے جب تک امام نے السلام نہیں کہا اس وقت تک تکبیرِ تحریمہ کہہ کر امام کی اقتداء میں شامل ہوسکتا ہے۔اس کے بعد شامل ہونا معتبر نہیں، اکیلے نماز پڑھے (شامی ج ا ص ۴۳۶، فتاویٰ رحیمیہ مبوب جدید ج ۵ ص ۱۵۳)

مسبوق امام کے دوسرے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو۔ [1]

کھڑا ہونے کے بعد اگر یہ ایسا مسبوق ہے کہ کوئی رکعت بھی اس کو امام کے ساتھ نہیں ملی تو منفرد کی طرح ترتیب سے اپنی نماز پڑھے یعنی سبحانک اللھم سے شروع کر کے ترتیب وار پہلی دوسری رکعت پڑھے اسی طرح آخر تک پڑھے۔اور اگر کوئی رکعت اسے امام کے ساتھ ملی ہے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب یہ کھڑا ہوگا تو اب بقیہ نماز اس طرح مکمل کرے کہ قرأت کے اعتبار سے یہ اس کی ابتداء سے نماز ہوگی اور تشہد وقعدہ کے اعتبار سے امام کے پیچھے ملنے والی رکعتوں کی ترتیب سے نماز ہوگی۔مثلاً یہ ظہر کی نماز میں چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا یعنی ایک رکعت اس مسبوق کو امام کے ساتھ ملی، تین نہیں ملیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ کھڑا ہو کر سبحانک اللھم سے پڑھنا شروع کرے قرأت کے اعتبار سے یہ اس کی پہلی رکعت ہے اگلی رکعت دوسری ہوگی لہٰذا ان پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ بھی پڑھے سورۃ بھی ملائے، اور تیسری رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے، جبکہ تشہد کے اعتبار سے یعنی التحیات میں بیٹھنے کے اعتبار سے امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہونے پر یہ اس کی دوسری رکعت ہے ایک رکعت امام کے ساتھ اس نے پڑھی ہے اور دوسری یہ ہے لہٰذا مسبوقانہ طریقہ پر یہ پہلی رکعت پڑھ کر التحیات میں بیٹھے گا، تشہد تک پڑھ کر اٹھے گا پھر اگلی رکعت تشہد کے اعتبار سے اس کی تیسری رکعت ہوگی لہٰذا اس میں التحیات میں نہ بیٹھے گا

---

[1] پہلا سلام پھیرنے کے بعد کھڑا نہ ہو بلکہ دوسرا سلام پھیرنے کے بعد بھی کھڑا ہونے میں بہت جلدی نہ کرے ہوسکتا ہے امام پر سجدہ سہو ہو جو اس نے بھی امام کے ساتھ کرنا ہے اب اگر پہلے سلام کے بعد کھڑا ہو گیا یا دوسرے سلام کے بعد کھڑا ہونے میں جلد بازی کی تو سجدہ سہو کی صورت میں پھر اسے واپس آنا پڑے گا۔اور ضروری نہیں کہ امام پہلے سلام کے بعد سجدہ سہو میں جائے بعض دفعہ بھول وغیرہ کسی وجہ سے دوسرا سلام پھیرنے کے بعد امام سجدہ سہو کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لئے جب امام پر سجدہ سہو نہ ہونے کا اطمینان ہو جائے تب کھڑا ہو

پھر جو اس کی تیسری رکعت ہے وہ اس کی تشہد کی ترتیب سے آخری اور چوتھی رکعت ہے لہٰذا اس میں التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے گا۔ مسبوق امام کے ساتھ آخری قعدہ میں تشہد یعنی عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھے درود شریف اور دعائیں نہ پڑھے، اور چاہئے کہ یہ التحیات ٹھہر ٹھہر کر پڑھے تاکہ اس کے عبدہٗ ورسولہٗ تک پہنچے تک امام سلام پھیرنے تک پہنچ جائے، اگر یہ عبدہٗ ورسولہٗ تک پہنچ گیا اور امام ابھی سلام نہیں پھیر رہا تو پھر یہ ''اَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّااللہُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ''ہی بار بار پڑھے امام کے سلام پھیرنے تک۔

لاحق

امام کے ساتھ آغازِ نماز میں داخل ہوا پھر کسی عذر وغیرہ سے اس کی کُل یا بعض رکعتیں ضائع ہوگئیں مثلاً ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی پھر بے وضگی طاری ہوگئی اور فوراً صف سے نکل کر وضو کرنے چلا گیا اس دوران امام نے بقیہ کل یا بعض رکعتیں پڑھ لیں پھر یہ آیا اور اس سابقہ نماز پر بناء کی تو ان بقیہ فوت شدہ رکعتوں میں یہ مدرک کی طرح ہے لہٰذا قرأت نہ کرے گا۔ بقدر رکن (یعنی تین دفعہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے) کھڑا رہے پھر رکوع میں جائے اس طرح سب رکعتیں بغیر قرأت کے مکمل کرے حتیٰ کہ ان رکعتوں میں سجدہ سہو بھی اگر اس پر آئے گا وہ بھی نہیں کرے گا کیونکہ مدرک مقتدی کا سہو امام اٹھالیتا ہے اور یہ مدرک ہی کے حکم میں ہے۔ اپنی یہ لاحقانہ رکعتیں بغیر قرأت کے پڑھنے کے بعد اگر امام نے ابھی سلام نہیں پھیرا تو اس کے ساتھ شامل ہوجائے ورنہ اکیلے اسی طرح لاحقانہ طور پر بغیر قرأت کے نماز مکمل کرے۔

مسبوق لاحق

شروع میں ایک یا زیادہ رکعتیں امام کے ساتھ نہیں ملیں پھر امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد بھی ایک یا زیادہ رکعت کسی عذر وغیرہ کی وجہ سے فوت ہوگئیں تو یہ شخص مسبوق بھی ہے لاحق بھی ہے۔ ایسا شخص پہلے اپنی لاحقانہ نماز بغیر قرأت کے پڑھے (یعنی جو رکعتیں امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد عذر وغیرہ کی وجہ سے فوت ہوئیں یہ لاحقانہ رکعتیں پڑھنے کے بعد امام نے سلام نہ پھیرا ہو تو امام کے ساتھ شامل ہوجائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق رکعتیں اسی طریقہ سے پڑھے جو پیچھے مسبوق کی نماز کا طریقہ بیان ہوا ہے، اور اگر لاحقانہ رکعتیں پڑھنے تک امام سلام پھیر چکا تھا تو بقیہ امام والی نماز بھی سلام پھیرنے

تک لاحقانہ طریقہ سے پڑھے یعنی یوں سمجھے کہ میں امام کے پیچھے پڑھ رہا ہوں پھر تشہد تک پڑھنے کے بعد سلام نہ پھیرے کھڑا ہو کر مسبوقانہ نماز مسبوق کی حیثیت سے اسی طریقہ پر پڑھے۔

مثلاً ظہر کی نماز میں ایک آدمی دوسری رکعت میں آ کر امام کے ساتھ شامل ہوا پھر اسی رکعت میں یا اگلی کسی رکعت میں اس کا وضو ٹوٹ گیا فوراً جا کر وضو کر کے آیا تو اب امام چوتھی رکعت میں تھا اور وضو ٹوٹنے سے وضو کر کے آنے تک اس کی ایک یا دو رکعتیں جا چکی ہیں تو اب پہلے یہ ان ایک یا دو رکعتوں کو پڑھ لے چونکہ قرأت تو کرنی نہیں اس لئے تھوڑی دیر میں یہ رکعتیں پڑھ لے گا اس کے بعد اگر امام ابھی اسی چوتھی رکعت میں ہے تو امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔

اور اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر قعدہ میں بیٹھ چکا ہے، تو یہ چوتھی رکعت بھی لاحقانہ طریقہ سے پڑھ کر التحیات میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے، اور اس کے شامل ہونے سے پہلے اگر سلام پھیر چکا ہے، تو تشہد پڑھ کر یہ اسی طرح کھڑا ہو جائے جیسے امام کے ساتھ تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہوتا اور اب وہ شروع کی ایک رکعت جو اس کے شامل ہونے سے پہلے امام پڑھ چکا تھا وہ مسبوقانہ طریقہ سے پڑھے یعنی اس میں قرأت کرے، فاتحہ، سورۃ پڑھے، رکوع سجدے کر کے پھر التحیات میں بیٹھے اور نماز مکمل کرے۔ [1]

[1] واضح رہے کہ مسبوق لاحق کی اس نماز میں مسبوقانہ ولاحقانہ نماز کی ترتیب اور قعدہ وتشہد کس کس رکعت میں کس اعتبار سے کرے اس میں ایک سے زیادہ صورتیں مروی ہیں۔ اور ان میں اختلاف ہوا ہے۔ اس لئے اس بارے میں تفصیل مستند اہل علم سے سیکھ سمجھ کر یا فقہ کی مطول کتابوں میں پڑھ کر سمجھ کر پھر ان پر عمل درآمد کرے۔ اس بارے میں ایک صورت وہ ہے جو شامی (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۶ ایچ ایم) میں دی گئی تفصیل کی روشنی میں عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۲۷ پر لکھی ہے، اور ایک صورت وہ ہے جو امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۴ میں حضرت حکیم الامت نے لکھی ہے، جو شامی والی صورت سے مختلف ومعارض ہے، وایضاً فی فتاویٰ محمودیہ مبوب جدید ج ۶ ص ۵۶۸۔

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر 16

''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' شائع ہو گیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

لباس اور پردے کے آداب (تیسری و آخری قسط)

(۵۶)...... پردے کے لئے شریعت نے دوقسم کے حکم مقرر کئے ہیں، ایک کا نام سترِ عورت ہے، اور دوسرے کا نام حجاب ہے، اوران دونوں کا حکم ایک دوسرے سے کچھ چیزوں میں مختلف ہے، چنانچہ ستر وحجاب میں ایک فرق تو یہ ہے کہ سترِ عورت (جو مرد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ہے، اور عورت کے لئے چہرے، کلائیوں تک ہاتھوں اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ہے اس) کا تعلق کسی دیکھنے والے سے نہیں، اور نماز صحیح ہونے کے لئے بھی اس کو چھپانا ضروری ہے، جبکہ حجاب کا تعلق اجنبی کے دیکھنے نہ دیکھنے کے ساتھ ہے۔ اور ستر وحجاب میں دوسرا فرق یہ ہے کہ سترِ عورت اپنے اپنے اعتبار سے مرد وعورت دونوں پر فرض ہے، جبکہ حجاب کا حکم عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔

اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ جہاں کہیں عورت کے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے بارے میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ پردے میں داخل نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ سترِ عورت میں داخل نہیں، اوران کے کھلا ہوا ہونے کی حالت میں عورت کی نماز ہوجاتی ہے، اور اسی طرح جب کسی نامحرم کا سامنا نہ ہو تو ان کا پردہ کرنا ضروری نہیں۔ پس بعض کم فہموں اور جدت پسندوں کا چہرے کو سترِ عورت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے حجاب سے خارج سمجھنا سراسر غلط ہے۔

(۵۷)......عورت کے لئے پردے کے بارے میں اسلام کی اصل تعلیم تو یہ ہے کہ عورت گھر میں رہے، اور بغیر سخت ضرورت کے گھر سے باہر ہی نہ نکلے۔ اس صورت میں عورت کے جسم بلکہ لباس کا بھی کوئی حصہ نامحرم مَردوں کے سامنے ظاہر نہیں ہوگا۔ اور اگر ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے (مثلاً کوئی ضروری چیز خریدنی ہو، اوراس غرض کے لئے کوئی دوسرا میسر نہ ہو، یا ضروری سفر کے لئے گھر سے نکلنا پڑے) تو مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے عورت کو باہر نکلنا جائز ہے:

(۱) خوشبو اور زینت والے کپڑے پہن کر نہ نکلے **(۲)** ایسا زیور نہ پہنے، جس سے آواز نکلے **(۳)** اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارے، جس سے آواز پیدا ہو (خواہ جوتوں کی یا زیور کی) **(۴)** راستے میں اترا کر اور مٹک کر نہ چلے **(۵)** راستے کے درمیان اور بیچ میں نہ چلے، بلکہ کنارہ پر چلے **(۶)** اپنے شوہر کی اجازت لے کر نکلے **(۷)** کسی نامحرم سے بات نہ

کرے، اور ضرورت کے وقت اپنے شوہر کی اجازت سے کرے (۸) جب کسی نامحرم سے ضرورت کے وقت بات کرنی پڑ جائے تو نرم لہجہ میں بات نہ کرے (۹) نامحرم مَردوں پر نظر نہ ڈالے (۱۰) نامحرموں کے درمیان میں نہ گھُسے (۱۱) کسی غیر مزین برقعہ یا لمبی چادر سے اپنے پورے جسم کو سر سے پاؤں تک ڈھانک لے، کہ جس سے بدن کا کوئی بھی حصہ ظاہر نہ ہو، اور چہرہ پر ایسے کپڑے کا نقاب ڈال لے، یا نقاب کے کپڑے میں صرف آنکھوں کے سامنے جالی لگالے، جس سے دوسروں کو اس کا چہرہ نظر نہ آئے، اور عورت کو راستہ دیکھنے کے لئے نظر آتا رہے، اور اگر ایسا کپڑا میسر نہ ہو تو چادر یا برقعہ میں سے راستہ نظر آنے کے لئے صرف ایک آنکھ کھول لے، جس سے حسن و جمال کا اظہار بھی نہ ہوگا، اور نامحرموں سے پردہ بھی ہو جائے گا، اور چلنے میں بھی کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔

(۵۸)......خواتین ضرورت کے موقع پر باہر نکلتے وقت جس بڑی چادر یا برقع سے اپنے مکمل بدن کا پردہ کریں، اس چادر یا برقع کا ڈھیلا اور اتنا موٹا کپڑا ہونا ضروری ہے، کہ جو جسم کے ساتھ چپکا ہوا نہ ہو، اور اندر کا حصہ نظر نہ آ رہا ہو، اور وہ خود سے مزین اور پُرکشش نہ ہو (نہ رنگ کے اعتبار سے، اور نہ بناوٹ کے اعتبار سے) ان شرائط کے ساتھ کسی بھی رنگ اور نوعیت کی چادر یا برقع ہو، وہ جائز ہے۔

اور جس طرح نامحرم عورت کے بدن کے کسی حصہ کو نامحرم مرد کا دیکھنا جائز نہیں، اسی طرح نامحرم عورت کے بدن پر موجود کپڑے پر شہوت کی نظر ڈالنا بھی جائز نہیں (ملاحظہ ہو: ثبات الستور لذوات الخدور، حکیم الامت ص۴۵)

(۵۹)......اگر عورت کو کسی مجبوری کی وجہ سے نامحرم کے سامنے اپنے چہرے اور گٹوں تک ہاتھ یا ٹخنوں تک پاؤں کھولنے کی ضرورت پیش آ جائے، تو اس کو بقدرِ ضرورت اپنے ان اعضاء کو کھولنے کی گنجائش ہے، اور ایسی صورت میں نامحرم مَردوں کو اپنی نظروں کی خود سے حفاظت کرنا ضروری ہے، چنانچہ اگر مثلاً کوئی عورت کسی ایسے مشترک گھر (جوائنٹ فیملی سسٹم) میں رہائش پذیر ہے، جہاں بعض نامحرم (دیور، جیٹھ وغیرہ) بھی رہتے ہیں، اور اسے کھانے پکانے، اور برتن وغیرہ دھونے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور کوئی باپردہ الگ جگہ میسر نہیں۔ اسی طرح مثلاً عورت کو کوئی چیز خریدنے کے لئے اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے باہر نکالنے کی ضرورت ہے، یا مثلاً کوئی عورت سفر میں ہے، اور اسے نماز وغیرہ کے لئے وضو کرنے کی ضرورت ہے، اور باپردہ جگہ میسر نہیں، تو اس قسم کی مجبوری والے حالات میں عورت کو بقدرِ ضرورت اپنے مذکورہ اعضاء کھولنے کی گنجائش ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ گنجائش ضرورت کی وجہ سے ہے، اس لئے یہ گنجائش ''بوقت ضرورت اور بقدرِ ضرورت'' کے اصول کے ساتھ خاص ہے۔

(۶۰)...... ایسا مرد جس سے زندگی میں کسی بھی وقت شرعی اعتبار سے نکاح جائز ہو سکتا ہو، وہ عورت کے لئے شرعاً نامحرم کہلاتا ہے، اس طرح کے مرد سے عورت کو سر سے لے کر پاؤں تک اپنے سارے بدن کا پردہ کرنا ضروری ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

(۶۱)...... جو نامحرم ہو، خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، اور عمر میں زیادہ اور بوڑھا کیوں نہ ہو، اور خواہ وہ نامرد اور ہیجڑا ہی کیوں نہ ہو، اور اسی طرح نابینا کیوں نہ ہو، اس سے بھی عورت کو پردہ کرنا ضروری ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو (امیر گھرانوں کی) خواتین اپنے ملازموں ومزدوروں سے یا نابینا شخص یا ہیجڑوں وغیرہ سے پردہ نہیں کرتیں، وہ سخت گناہ گار ہیں۔

(۶۲)...... پردے کے بارے میں بالغ لڑکے کا مرد کے حکم میں ہونا، اور بالغ لڑکی کا عورت کے حکم میں ہونا تو واضح ہے، اور جو لڑکا یا لڑکی قریبُ البلوغ ہو، اس کا حکم بھی بالغ لڑکے اور بالغ لڑکی کی طرح ہے۔

اور لڑکا بارہ سال کی عمر میں بالغ ہو سکتا ہے، جبکہ لڑکی نو سال کی عمر میں، اور بالغ نہ ہو تو وہ قریب البلوغ ہیں، لہٰذا جب لڑکا بارہ سال کا ہو جائے، اور لڑکی نو سال کی عمر کو پہنچ جائیں، تو ان کے لئے پردے کے احکام بالغوں کی طرح ہیں۔

(۶۳)...... ایک مسلمان خاتون کو دوسری مسلمان خاتون کے سامنے ناف سے لیکر گھٹنے تک کا حصۂ بدن کھولنا جائز نہیں، کیونکہ بدن کے ان اعضاء کے پردہ کا حکم دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہے کافرہ عورت اور اسی طرح فاجرہ و بے حیاء عورتیں جو بے پردہ بازاروں میں پھرتی ہیں، باحیاء عورتوں کو

---

[1] کسی خاتون کا غیر محرم مرد وہ ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ زندگی بھر کسی بھی وقت شرعاً نکاح جائز ہونے کی کوئی نہ کوئی صورت ممکن ہو، محرم مردوں کے سوا تمام مرد غیر محرم ہیں، چند ایک غیر محرم جن کے ساتھ قریبی رشتہ بنتا ہے لیکن شرعی اعتبار سے وہ محرم نہیں ہیں، یہ ہیں:
(۱) دیور (شوہر کا چھوٹا بھائی) (۲) جیٹھ (شوہر کا بڑا بھائی) (۳) بہنوئی (بہن کا شوہر) (۴) نندوئی (یعنی شوہر کی بہن کا شوہر) (۵) شوہر کا ماموں (۶) شوہر کا چچا تایا (۷) شوہر کا بھانجا (۸) شوہر کا بھتیجا (۹) عورت کا اپنا خالو (۱۰) عورت کا اپنا پھوپھا (۱۱) عورت کا اپنا چچازاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۲) عورت کا اپنا تایازاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۳) عورت کا اپنا خالہ زاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۴) عورت کا اپنا پھوپھی زاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۵) عورت کا اپنا ماموں زاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۶) شوہر کا خالو (۱۷) شوہر کا پھوپھا (۱۸) بھتیجی کا شوہر (۱۹) بھانجی کا شوہر (۲۰) ماں یا باپ کا چچازاد، تایازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، اور اس کے بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ (۲۱) منہ بولا بیٹا، بھائی، چچا، ماموں (۲۲) جس شخص نے کسی چھوٹی بچی کو لے کر پالا ہو اس شخص سے بھی اس بچی کو بڑے ہو کر پردہ کرنا ضروری ہے، کہ شرعاً یہ بھی غیر محرم ہے، ہاں اگر کوئی شخص اپنی کسی محرم بچی مثلاً بھتیجی، بھانجی کو لے کر پالے تو اس صورت میں بچی کو اپنے پالنے والے سے پردہ ضروری نہیں، کیونکہ وہ اس کا محرم ہے (۲۳) لے پالک بیٹا جبکہ محرم (مثلاً عورت کا اپنا سگا بھانجا، بھتیجا وغیرہ) نہ ہو (۲۴) سمدھی یعنی اپنے بیٹے، بیٹی کا سسر۔
یہ سب مرد شرعاً غیر محرم ہیں ان سے ایسا ہی پردہ ضروری ہے جس طرح بالکل اجنبی شخص سے پردے کا حکم ہے۔

ان سے نامحرم مَردوں کی طرح پردہ کرنے کا حکم ہے۔ [1]

(۶۴)...... محرم یعنی ایسا مرد جس سے زندگی بھر کسی وقت بھی کسی صورت میں شرعی اعتبار سے نکاح جائز نہ ہوسکتا ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، پوتا، نواسہ وغیرہ اس طرح کے مَردوں کے سامنے پیٹ، پیٹھ اور رانیں، گھٹنے وغیرہ کھولنا بہر حال جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی وقت گھریلو کام کاج کے دوران خاتون کا چہرہ، سر، سینہ، بازو اور پنڈلیاں کھُل جائیں تو گناہ نہیں، ہاں شرم وحیا کا تقاضا یہ ہے کہ محرموں کے سامنے بلا عذر ان اعضاء کو بھی نہ کھولا جائے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت ہے جبکہ وہ محرم قابلِ اطمینان ہو، اور کوئی فتنہ لازم نہ آئے، اور اگر فتنہ لازم آئے، تو پھر اس محرم کے سامنے بھی ان اعضاء کا کھولنا جائز نہیں۔

رضاعی یعنی دودھ شریک بھائی اور داماد اور اسی طرح شوہر کا بیٹا، اگرچہ یہ سب شرعاً محرم ہیں، مگر فتنۂ زمانہ کی وجہ سے ان سے احتیاط کرنا ضروری ہے (ملاحظہ ہو: ثبات الستور لذوات الخدور، لحکیم الامت ص ۴۵)

(۶۵)...... عورت کو اپنے خاوند کے سامنے سارے بدن کا کھولنا درست ہے مگر بے ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں

(۶۶)...... کسی میت خاتون کو غسلِ میت دینا ہو تب بھی اس کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کے حصۂ بدن کو غسل دینے والی خاتون کا دیکھنا جائز نہیں۔

(۶۷)...... ایسی بڑی عمر کی اور بوڑھی خواتین جو نکاح کے قابل نہیں رہیں اور نہ ان کو نکاح کی امید رہی ہو اگر چہرہ اور ہتھیلی اور ٹخنے سے نیچے تک پیر اجنبی مرد کے سامنے کھول لیں تو گناہگار نہ ہوں گی لیکن اگر وہ بھی چہرہ چھپانے کا اہتمام کیا کریں تو یہ عمل باعث ثواب ہے۔

(۶۸)...... آج کل بعض خواتین میں جو باریک یا جسم کے ساتھ چپکا ہوا چست لباس پہننا رائج ہے، وہ گناہ ہے، پس اتنا باریک لباس پہننا جس سے بدن دکھائی دیتا ہو، اور اسی طرح جسم کے ساتھ ملا ہوا چست لباس پہننا جائز نہیں، حضور ﷺ نے اس عمل پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

(۶۹)...... امرد اور بے ریش لڑکا جس کے ابھی ڈاڑھی برآمد نہ ہوئی ہو، اس کے چہرے کو دیکھنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے

(۷۰)...... عورت کو اپنی آواز کا بلا سخت ضرورت کے نامحرم کو سنانا جائز نہیں۔ اگر عورت کو کسی نامحرم مرد سے بامر مجبوری بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے (مثلاً دروازے پر دستک ہو، یا ٹیلی فون پر کسی بات کا

---

[1] بچہ جنتے وقت بھی کوشش کرنی چاہئے کہ زچہ کا ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصۂ بدن ضرورت سے زیادہ نہ کھولا جائے، ایسے ہی بچہ جنوانے والی خاتون (مثلاً دائی یا لیڈی ڈاکٹر وغیرہ) کے علاوہ کسی عورت کے لئے زچہ کے اس حصۂ بدن کو دیکھنا جائز نہیں اور بچہ جنوانے والی خاتون (دائی یا لیڈی ڈاکٹر) کو بھی صرف اسی قدر حصہ پر نظر ڈالنا جائز ہے، جتنے حصے پر نظر ڈالنے کی مجبوری ہے۔

جواب دینا ہو) تو بھی اپنے مخصوص نرم اور دلکش لہجہ کے ساتھ بات کرنا جائز نہیں، بلکہ روکھے اور درشت انداز میں بات کرنی چاہئے۔اور اسی وجہ سے عورت کا بلند آواز سے قرأت والی نماز میں جہری قرأت کرنا جائز نہیں، اور عورت کا حج وعمرہ کے احرام میں بلند آواز سے لبیک کہنا جائز نہیں، اور اگر عورت مقتدی ہو (مثلاً اپنے شوہر یا محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہو) اور امام سے کوئی غلطی ہوگئی تو عورت کو زبان سے غلطی بتلانا جائز نہیں، بلکہ اس کے لئے یہ حکم ہے کہ امام کو غلطی پر آگاہ کرنے کے لئے ہاتھ پر ہاتھ ماردے، اور اسی وجہ سے عورت کا اور خاص طور پر جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔

اور جب دین کے معاملات میں بھی اتنی سختی ہے، تو عورت کا بلاضرورت نامحرم سے کلام کرنا یا نامحرم سے خط وکتابت کرنا، اور آج کل کے مختلف ذرائع ابلاغ (فون، انٹرنیٹ وغیرہ) کے ذریعہ نامحرم سے رابطے قائم کرنا، یہ کیونکر جائز ہوسکتے ہیں (ملاحظہ ہو: ثبات الستور لذوات الخذور، لحکیم الامت ص ۴۴، ۴۵)

(۷۱)......آئینہ یا پانی پر عورت کا جو عکس پڑتا ہو، اس کا نامحرم مرد کو دیکھنا جائز نہیں، اور اسی طرح نامحرم عورت کا بلا سخت ضرورت فوٹو دیکھنا جائز نہیں (ایضاً ص ۴۵)

(۷۲)......نامحرم مرد کے بدن کو چھونا بھی عورت کے لئے جائز نہیں، اور اسی لئے نامحرم سے مصافحہ کرنا، یا نامحرم کا بدن دبانا؛ جائز نہیں، اور نامحرم کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرنا (جیسا کہ جاہل اور دنیا دار پیروں فقیروں کے یہاں رائج ہے) یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے (ملاحظہ ہو: ثبات الستور لذوات الخذور، لحکیم الامت ص ۴۵)

(۷۳)......عورت کے بال اور ناخن جو بدن سے الگ ہوگئے ہوں، ان کا نامحرم کو دیکھنا اور دکھانا جائز نہیں، اس لئے کٹے ہوئے بالوں اور ناخنوں کو ایسی جگہ دفن کردینا چاہئے، جہاں نامحرموں کی نظر نہ پڑے (ایضاً ص ۴۵)

(۷۴)......اجنبی عورت کے تذکرہ یا اس کے تصور سے لذت حاصل کرنا جائز نہیں، یہاں تک کہ اگر اپنی بیوی سے حقِ زوجیت ادا کرے، تو اس وقت بھی اجنبی عورت کا تصور قائم کرنا جائز نہیں (ایضاً ص ۴۵)

(۷۵)......عورت کو نامحرم مرد کے سامنے کا بچا ہوا کھانا کھانا یا پانی پینا؛ اسی طرح مرد کو نامحرم عورت کے سامنے کا بچا ہوا کھانا کھانا یا پانی پینا لذت کے طور پر مکروہ ہے (ایضاً ص ۴۵)

(۷۶)......خواتین کے لئے شلوار قمیض اور دوپٹہ یا چادر عمدہ لباس ہے، اور اس لباس میں شریعت کی طرف سے لباس کے بارے میں طے کردہ اصولوں کی رعایت پائی جاتی ہے۔

(۷۷)......خواتین کو سفید لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں، جس طرح کہ خواتین کو سفید رنگ کے کپڑے کے کفن دینے میں کوئی حرج نہیں، اور سفید رنگ کا لباس پہننے میں مَردوں کے ساتھ مشابہت کا شبہ درست

نہیں، وہ الگ بات ہے کہ خواتین کومختلف رنگوں کا لباس پہننے میں بھی کوئی عیب نہیں۔

(۷۸)......خواتین کو نامحرموں کے سامنے اور نماز کی حالت میں اپنے بالوں کو کسی ایسے کپڑے سے چھپانا ضروری ہے کہ باہر سے بال نظر نہ آئیں، خواہ کسی چادر سے بالوں کا پردہ کریں یا آر پار نظر نہ آنے والے کپڑے کے دوپٹہ سے۔

(۷۹)......خواتین کو چادر اور دوپٹہ کے علاوہ کسی رومال یا اسکارف کے ذریعہ سے اپنے بالوں کا پردہ کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس کپڑے میں مَردوں کی مشابہت لازم نہ آئے۔

(۸۰)......اسی طرح بعض خواتین بہت باریک کپڑے کا ایک چست پائجامہ استعمال کرتی ہیں (جس کو لیگین کا نام دیا جاتا ہے) تو اس سے بھی کیونکہ جسم کا پردہ نہیں ہوتا، اس لئے اس کو پہننا جائز نہیں، ہاں اگر اس کو دوسرے ڈھیلے کپڑے کے نیچے پہنا جائے، جس کی وجہ سے بے پردگی لازم نہ آئے، تو پھر حرج نہیں

(۸۱)......ساڑھی کا پہناوا بنیادی طور پر مسلمانوں کا لباس نہیں ہے، بلکہ ہندوؤں کا لباس ہے، اور اس کے پہننے اور استعمال کرنے کا جو طریقہ عام طور پر رائج ہے، اس میں جسم کا پوری طرح پردہ بھی نہیں ہوتا؛ چنانچہ پیٹ کا بعض حصہ کھلا رہتا ہے، اس لیے ساڑھی کے پہننے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

البتہ اگر کسی جگہ ساڑھی کا استعمال کافروں کے ساتھ خاص نہ ہو، بلکہ مسلمانوں میں بھی اس کا رواج ہو، تو ایسے موقع پر اس کا استعمال گناہ نہیں ہوگا، بشرطیکہ ستر پوری طرح چھپا لیا جائے۔

(۸۲)......بعض خواتین میں آج کل کرتہ کی جگہ فراک نام کا ایک لباس رائج ہے، جو غیر معمولی لمبا ہوتا ہے، اگر یہ ڈھیلا اور مکمل ہونے کی وجہ سے اعضائے مستورہ کو چھپالے تو اس کے پہننے میں اگرچہ فی نفسہٖ گناہ نہیں، کیونکہ اب یہ خاص کافروں کا لباس نہیں سمجھا جاتا، لیکن کیونکہ یہ لباس نیک صالح عورتوں کا لباس نہیں ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہوگا۔

اور اگر اعضائے مستورہ ظاہر ہوں مثلاً نیم آستینوں والا ہو، یا شلوار کے بغیر استعمال کیا جائے، اور ٹخنوں سے اوپر کا حصہ نمایاں ہو، تو پھر اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

(۸۳)......بعض خواتین لہنگا نام کا ایک لباس استعمال کرتی ہیں، جس کے اوپر والی قمیض بہت مختصر اور جسم کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی ہے، اور عام طور پر نیم آستین ہوتی ہے (جس کو غرارہ اور گھگھرا بھی کہا جاتا ہے) اس کے نیچے والا حصہ اگرچہ ڈھیلا ڈھالا ہوتا ہے، لیکن کیونکہ اس کے اوپر پہنی جانے والی قمیض بہت مختصر اور چست ہوتی ہے، اس لئے اس کا معروف و مروج طریقہ پر استعمال کرنا ناجائز ہے۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

کائنات میں تدبر اور اصلاحِ نفس (قسط ۳)

حضرت عارف باللہ، ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدظلہم نے یہ بیان جامعہ اشرفیہ، لاہور میں صیانۃ المسلمین کے پندرہویں اجتماع کے موقعہ پر مؤرخہ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ، بمطابق ۳/ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو فجر کی نماز کے بعد فرمایا، جس کا دورانیہ تقریباً پون گھنٹہ پر مشتمل تھا، اور حاضرین کی تعداد، چار پانچ سو کے لگ بھگ تھی، اس بیان کو جناب مولانا جمیل احمد صاحب حیدر آبادی نے ٹیپ سے نقل کیا، اور عنوانات مرتب فرمائے، اور حضرت والا کی اجازت سے کتابت واصلاح کے بعد پہلی مرتبہ ماہنامہ التبلیغ میں اس کی افادۂ عام کے لیے اشاعت ہورہی ہے (ادارہ)

طریقۂ علاج کیا ہے؟

میں اس سلسلہ میں بیان کررہا تھا کہ طریقۂ علاج کیا ہے، تو اس میں طریقہ علاج میری سمجھ میں اس وقت یہ آیا کہ بھائی اس کا ایک یہ بھی علاج کا طریقہ ہے کہ جب یہ چیزیں ہماری نہیں ہیں اور ہم ان کے مالک نہیں ہیں تو پھر یہ سوچو کہ اس کے مالک کون ہیں، کون ان کو چلا رہا ہے، کون ہمارے ہاتھ، پیر، ہمارے دماغ اور ہماری عقل کو کنٹرول کئے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہی ذات پاک ہوسکتی ہے، جو ان سب کی مالک ہے۔ تو جو اس کا اصل مالک ہے تو اس سے درخواست کرو کہ صاحب! یہ آپ کی چیزیں ہیں آپ انہیں ٹھیک کر دیجئے یہ ہماری نہیں ہیں، ہمیں تو ایسے ہی آپ نے عاریتاً دی ہوئی ہیں، اصل مالک تو آپ ہی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ٹھیک وہی کرتے ہیں، دوا وغیرہ نہیں کرتی۔

دوا ایک سبب ہے

کیونکہ دوا تو عالمِ اسباب میں سے ایک سبب ہے کہ اسے اختیار کریں، اسی لئے جب دوا زبان پر جاتی ہے تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوچھتی ہے کہ مجھے کیا حکم ہے؟ تو اگر اسے شفاء کا حکم ہوتا ہے تو شفاء کا ذریعہ بنتی ہے ورنہ نہیں بنتی، بلکہ بعض اوقات الٹا بیماری کا باعث بن جاتی ہے، ری ایکشن ہونا شروع ہوجاتا ہے، اور اس کی وجہ سے بعض لوگ فوت تک بھی ہوجاتے ہیں تو عالمِ اسباب میں یہ اسباب ہیں، ایک پردہ ہیں، ورنہ ان اسباب کے پیچھے اصل میں تو اللہ تعالیٰ ہی کرنے والے ہیں۔

بلندی اور پستی کی تخلیق

تو ''خلق السمٰوٰت والارض'' میں آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کا ذکر ہے، اور آسمان انتہائی اونچائی

میں ہیں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جتنی بلندیاں ہیں ان سب کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے، اور آسمان کے مقابلہ میں زمین ایک پست چیز ہے تو جتنی پست چیزیں ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔

نیکی اور برائی کا مالک اللہ ہے

اور اونچائی اور پستی سے اچھائی اور بُرائی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جتنی اچھائیاں ہیں ان سب کے بھی مالک اللہ تعالیٰ ہیں اور جتنی برائیاں ہیں ان کے بھی مالک اللہ تعالیٰ ہیں، جتنی نیکیاں ہیں ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور جتنے گناہ اور برائیاں ہیں ان کا بھی خالق اللہ تعالیٰ ہے، ساری چیزیں اس نے پیدا کی ہیں، میری اور آپ کی پیدا کی ہوئی نہیں ہیں یا کسی اور نے پیدا نہیں کر دیں، تو یہ ساری بلندیاں اور پستیاں اور یہ ساری چیزیں جو کچھ بھی اس کائنات میں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا کیا رکھا ہوا ہے، سب کا وہی مالک وخالق ہے

رات اور دن کا اختلاف

واختلاف اللیل والنھار، یہ اختلاف ہے رات اور دن کا اور اختلاف کے معنیٰ بہت سے آتے ہیں ایک تو معنی ہیں، ''اختلف فلان فلان'' کہ فلاں آدمی فلاں آدمی کے بعد آیا، اور ایک یہ معنیٰ بھی آتے ہیں کہ رات کے بعد دن آتا ہے اور دن کے بعد رات آتی ہے اور ایک اختلاف رات اور دن کی بناوٹ اور اس کی ہیئت میں ہے، اس کی کیفیت میں ہے کہ رات ایک اندھیرے کے ساتھ آتی ہے اور دن اجالے کے ساتھ آتا ہے، ایک رات کہ وہ سکون کے ساتھ آتی ہے ایک دن کہ وہ حرکت اور کام کے ساتھ آتا ہے، ہنگامہ کے ساتھ آتا ہے۔

یہ سب اختلافِ لیل ونہار کی صورتیں اور نوعیتیں ہیں۔

رات اور دن طویل کر دیئے جائیں؟

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ، اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (سورہ قصص آیت ۷۱)

کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ ہم نے جو یہ رات تمہارے لئے بنائی ہے کہ تم اس کے اندر آرام کرو، اگر ہم اس رات کو قیامت تک کے لئے لمبی کر دیں تو کون ہے جو اس میں روشنی لائے، کیا تمہیں اس کی سمجھ نہیں ہے۔

تو یہ رات کا ذکر تھا، اور دن کا ذکر بھی مستقل طور پر اس طرح فرماتے ہیں کہ:

قُلْ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ النَّھَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُاللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِلَیْلٍ تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ (سورہ قصص آیت ۷۲)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ دن جس کے اندر تم روزی کماتے ہو، کام کاج کرتے ہو اگر ہم اس کو قیامت تک لمبا کر دیں اور اس رات کو نہ لائیں جس کے اندر تم سکون کرتے ہو اور آرام کرتے ہو تو کون ایسا ہوگا جو دن کو رات میں تبدیل کردے، سوائے خدا تعالیٰ کے۔

رات اور دن کے اختلاف میں دلائل ہیں

ملاحظہ فرمایئے کہ کتنی بڑی دلیلیں اور کتنی بڑی چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس رات اور دن کے اختلاف کے اندر پیدا کر رکھی ہیں کہ ان میں سے ایک چیز اندھیرے کو لیکر آتی ہے، اور ایک اُجالے کو لیکر آتی ہے ایک سکون کو لیکر آتی ہے، تاکہ ہم اس میں آرام کریں اور ایک چیز محنت ومشقت لے کر آتی ہے، تاکہ اٹھ کر اپنے کام اور دھندوں میں لگ جائیں تو یہ ساری چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس رات اور دن کے اندر پیدا کی ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ:

لَاٰیَاتِ لِّاُولِی الْاَلْبَاب! اس میں آیات کے معنیٰ بہت سے ہیں، ایک معجزات کے بھی ہیں اور ایک قرآنی آیت کہلاتی ہیں اور ایک آیات دلائل اور نشانی کے سلسلہ میں آتا ہے کہ یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیاں ہیں، یہ اس کی دلیلیں ہیں، تو یہ تمام چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

عقل والے کون لوگ ہیں؟

لیکن فرمایا کہ یہ باتیں اور نشانیاں اور دلیلیں سب کچھ عقل والوں کے لئے ہیں، اور صاحب اگر عقل کی بات بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کہہ کر اس کی تشریح نہ فرماتے تو یہ بھی ایک بہت بڑا جھگڑا ہمارے لئے بن جاتا۔ ہم کسی انجنیئر کو عقلمند کہتے، کسی سائنسدان کو کہتے کہ یہ عقلمند ہے، کسی ایجاد کرنے والے کو کہتے کہ یہ عقلمند ہے، یا کسی فلاسفر یا کسی منطقی کو کہتے، لیکن ساری باتیں رد کردیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے۔

اس لئے کہ عقل کی تعریف کرنا بھی اسی کا کام ہے جس نے عقل پیدا کی، ہم کیا کر سکتے ہیں، تو میں آپ کو یہ بتاؤں کہ لاٰیات لاولی الالباب الخ کہ یہ لُب والے اور عقل والے کون لوگ ہیں، تشریح فرماتے ہیں

الذین یذکرون اللہ قیاما الخ

یہ وہ لوگ ہیں جو مجھے یاد کرتے ہیں کہ اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے اور اپنی کروٹوں کے وقت۔

تو آپ نے دیکھا کہ یہاں عقل کی تعریف کی گئی ہے کہ ایسے لوگ عقل والے ہیں کہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اٹھتے بھی یاد کرتے ہیں، بیٹھتے بھی یاد کرتے ہیں اور اپنی کروٹوں میں بھی یاد کرتے ہیں۔

غور وفکر

پھر آگے فرماتے ہیں:

ویتفکرون فی خلق السموات والارض :۔اور وہ آسمان وزمین کی تخلیق میں غور وفکر بھی کرتے ہیں، اس کی مصنوعات کو دیکھتے ہیں، ان کے اندر غور وفکر کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا چیز بنائی ہے، کیسی بنائی ہے اس کی تخلیق کو دیکھیں، اسکی صناعت کو دیکھیں، اس کی بداعت کو دیکھیں، کیا کچھ نہ دیکھیں۔

تمام انسان ایک دوسرے سے مختلف

پھر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو دوسرے سے اختلاف کے ساتھ پیدا کیا ہے، چنانچہ ایک درخت کے اندر ایک کروڑ سے زیادہ پتے ہوتے ہیں اور ایسے درخت کروڑ ہا ہوتے ہیں لیکن ایک پتہ دوسرے پتہ سے نہیں ملتا، ایک پتہ دوسرے سے مختلف ہے، یہ اسی کی کائنات کی تخلق ہے کہ اس نے ہر چیز کو دوسری سے مختلف پیدا کیا ہے۔

اور کروڑوں انسان اس وقت کرّہ ارض پر موجود ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے نہیں ملتا، ہر ایک میں فرق ہے بلکہ ہاتھوں اور انگلیوں کی لکیروں تک میں فرق ہے تو یہ اس کی صناعت ہے، اس کی بداعت ہے اور اس کی تخلیق ہے۔ (جاری ہے......)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم

اسلامی بینکاری پر چند شبہات کا سرسری جائزہ (دوسری وآخری قسط)

۷۸۶

برادر مکرم جناب مولانا محمد رضوان صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مدینہ منورہ سے حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب قدس سرّہٗ کے صاحبزادہ کا مکتوب موصول ہوا تھا جس میں غیر سودی بینکاری سے متعلق جامعہ دارالعلوم کراچی کے موقف پر تنقید کی گئی تھی اور احقر کو اس سے رجوع کی تاکید بھی کی گئی تھی۔ احقر کا جواب کچھ مفصل ہوگیا اس کی ایک کاپی آنجناب کی خدمت میں بغرضِ ملاحظہ ارسال ہے۔ اس میں سے کوئی حصہ شاید جناب کے کام آجائے۔ والسلام

محمود اشرف غفراللہ لہٗ (جامعہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی) ۲۴/۴/۱۴۳۰ھ

حضرت مفتی صاحب موصوف کا یہ مضمون اہلِ علم کے لئے خاص طور پر مفید ہے، اس لئے افادیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب موصوف کی اجازت سے اس کی اشاعت کی جارہی ہے............ادارہ

---

(۶)......احقر کو اللہ تعالیٰ نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ اور ان کے نامور تلامذہ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائی ہے اور جامعہ دارالعلوم کراچی سے تخصص فی لافتاء کرنے کے بعد اب ایک عرصہ سے اس سے وابستہ ہوں اور یہاں کے بڑے چھوٹے حضرات سے استفادہ کرتا رہتا ہوں۔ اس سے پہلے جب تک لاہور رہا، جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہٗ کے قدموں اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے دارالافتاء سے وابستہ رہا اور اس ناکارہ پر ان کی غیر معمولی شفقت رہی۔ ان دونوں بزرگوں کے فتاویٰ میں بھی اختلاف ہوتا رہا مگر وہ سب اخلاق، شرافت کے دائرے میں اور باہمی احترام پر ہی مبنی تھا، مخالفت کا جو منظر آج نظر آرہا ہے وہ احقر نے اپنے اکابر میں نہیں دیکھا۔

اکابر کے ساتھ تعلق کے اس طویل دورانیہ میں ایک بات احقر نے سمجھی جو بحمد اللہ اب موجودہ اختلافی تنازعہ میں احقر کے کام آرہی ہے، وہ یہ کہ کبھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے کسی مخلص اور مقبول بندہ کی زبان وقلم سے ایسا موقف ظاہر کروادیتے ہیں جو اوّل نظر میں سمجھ میں نہیں آتا لیکن وہ مقبول بارگاہِ خداوندی، حق سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے اپنے موقف پر قائم رہ کر حکمت سے اسے بتاتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے موقف کو غالب فرما دیتے ہیں اور اس کے خلاف کا موقف صرف کتابوں میں باقی رہ جاتا ہے یا مغلوب

ہوجاتا ہے۔قریبی دور سے اس کی چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی رائے پر حد سے زیادہ اصرار اور اپنے مخالفین کو اتباعِ ھویٰ اور حرام میں مرتکب قرار دینے کا جو طریقہ اختیار کیا جارہا ہے وہ کس قدر نقصان کا باعث ہے۔

(الف)......ٹیپ ریکارڈر جس کی ابتدائی صورت گراموفون کہلاتی تھی، اب نہ صرف جائز بلکہ بلا روک ٹوک اس پر تبلیغی، اصلاحی بیانات ٹیپ کئے جارہے ہیں اور آگے انہیں پھیلایا جارہا ہے، دروسِ حدیث درسِ قرآن اس کے ذریعہ سے محفوظ کئے جارہے ہیں اور اسے اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھا جارہا ہے۔ دنیا کے نامور قراء کرام کی تلاوتِ قرآن کی کیسٹیں اب ہر مدرسہ، ہر عالم بلکہ ہر دیندار گھرانہ میں موجود ہیں۔لوگ ان کے ذریعہ تلاوتِ قرآن سنتے ہیں لیکن اگر آپ کفایت المفتی جلد نہم، امداد الفتاویٰ جلد چہارم اور اس موضوع پر قدیم فتاویٰ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں تو دیکھیں گے کہ اسے آلۂ لہو ولعب قرار دے کر اس پر احکامات شرعیہ جاری کئے گئے ہیں۔البتہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے پہلی مرتبہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے (جو گراموفون کے معاملہ میں اُس وقت عدم جواز کا رجحان رکھتے تھے) خطوط کے جواب میں جواز کے پہلو کی طرف توجہ دلائی اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے عدمِ جواز کے دلائل کا جواب دیا۔ یہ ساری بحث امداد الفتاویٰ میں اختصار سے آئی ہے لیکن مکاتیبِ حکیم الامت (ص ۳۷ تا ص ۴۳) میں نسبتاً تفصیل سے موجود ہے۔حضرت اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''اگر کسی ایسے آلہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ کسی نے بلا اطلاع حضرت کے بند کرلیا ہوتا اور کوئی شخص اس کی تبلیغِ عام کے لئے خلوت میں اس کی نقل حاصل کرکے پھر کتاب میں ضبط کرکے اس کو تقریراً یا طباعتاً شائع کردیتا تو اس خاص مستمع فی الخلوت کے لئے کیا حکم ہوگا؟ یہ قابلِ تحقیق ہے (ص ۴۲)''

پھر جواز کا یہی پہلو ایسا عام ہوا کہ آج کوئی مفتی اس کے عدم جواز کا فتویٰ دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

(ب)......ریڈیو جب ایجاد ہوا تو جس گھر میں وہ موجود ہوتا وہ فاسقوں کا گھر شمار ہوتا تھا۔ نیرنگیٔ زمانہ دیکھئے کہ آج جس گھر میں صرف ریڈیو ہو اور وہ گھر ٹی وی سے محفوظ ہو وہ دیندار گھرانہ سمجھا جاتا ہے۔

(ج)......علماء کی ایک جماعت لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے فساد کی قائل تھی، حضرت تھانوی قدس سرّہٗ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کا اوّلین رجحان بھی اسی طرف تھا، بلکہ احقر کے محسن و مشفق و مربی استاذ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرّہٗ کا تو آخر وقت تک یہی موقف رہا کہ لاؤڈ اسپیکر

استعمال کرنا اگرچہ جائز ہے، لیکن اسے نماز میں استعمال کرنا درست نہیں، وہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اقتداء کو مفسد قرار دیتے تھے (لیکن انہوں نے کبھی اپنے مخالفین پر اتباعِ ھویٰ اور مسلمانوں کی نمازیں خراب کرنے کا الزام نہیں لگایا)

سب سے پہلے ۱۳۵۸ھ میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدّس سرّہٗ کے نام اپنے ایک مکتوب میں عدمِ جواز کے قول پر نظرِ ثانی کا مشورہ دیا اور جواز کے دلائل کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب قدّس سرّہٗ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے اس خط اور رائے کا ذکر کیا، یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے انتقال سے کچھ پہلے کی بات ہے۔ یہ خط اور اس کی ساری تفصیل آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام (ص۵۳ تا ص۵۵) پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد ہی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدّس سرّہٗ کا جواز کی طرف رجحان ہوا۔ کیا آج کوئی مفتی اور متقی عالم جناب کے علم میں ہے جو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ ادا کی جانے والی نماز باجماعت کے فساد اور اعادہ کے فرض یا واجب ہونے کا قائل ہو؟ اور امت کا کوئی طبقہ ان کے فتویٰ کا اتباع کرتا ہو؟

(د)...... ٹی وی جب ایجاد ہوا تو احقر کے درویش صفت محسن استاذ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدّس سرّہٗ العزیز کی یہ رائے تھی کہ جو چیز باہر دیکھنی جائز ہے وہ اس کے ذریعہ دیکھنی بھی جائز ہے اور جسے باہر دیکھنا ناجائز ہے اسے ٹی وی کے ذریعہ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ اس وقت کے سارے علماء ان کی اس رائے کے مخالف تھے۔ ایک اشدّ عالم نے یہاں تک ان کے بارے میں فرمایا کہ 'مفتی صاحب سٹھیا گئے ہیں'، لیکن مفتی صاحب **لوجه الله تعالیٰ** اس رائے کو **فیما بینهٗ و بین الله** درست سمجھتے تھے لہٰذا وہ ان طعنوں کی بناء پر اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹے۔ خود احقر نے ان سے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی، سوال وجواب کی لمبی مجلس ہوئی جس کا کچھ حصّہ احقر نے اس وقت محفوظ بھی کرلیا تھا مگر مفتی صاحب رحمہ اللہ اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹے بلکہ انہوں نے میرے ہر سوال اور شبہ کا جواب دیا۔ ان کا یہ موقف خدانخواستہ کسی ذاتی خواہش پر مبنی نہیں تھا، بلکہ انہوں نے دینی اعتبار سے سوچ سمجھ کر یہ موقف اختیار کیا۔

جب ان کے موقف کے مخالفین نے انہیں بعض سخت کلمات سے نوازا تو ایک مرتبہ احقر سے فرمایا کہ میں نے دنیا میں خود تو کچھ نہیں کمایا بس تنخواہ پر گزارا رہا جو لوگوں کے چندوں سے ملتی ہے۔ آخرت کے لئے بھی میرا اپنا کوئی عمل نہیں، مخالفین کے یہ سخت کلمات آخرت میں بطور چندہ کام آئیں گے۔

احقر کو یاد ہے احقر دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت قدّس سرّہٗ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، ایک عالم کا فتویٰ ان کے سامنے نقل کیا گیا کہ ٹی وی نجس العین ہے۔ حضرت مسکرائے اور فتویٰ لکھتے لکھتے قلم

روک کر احقر سے فرمایا: 'لو! مولوی محمود! پہلے تو ٹی وی حرام تھا، اب نجس العین بھی ہوگیا ہے۔ پھر افسوس سے فرمایا: 'یہ کیا فتویٰ ہے؟ احقر کو معلوم نہیں کہ نجس العین ہونے کا فتویٰ اب بھی باقی ہے یا ختم ہوگیا؟ اگر ابھی ختم نہیں ہوا تو کچھ زمانہ بعد ختم ہوجائے گا۔ [1]

(ہ)......حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدّس سرّہٗ کی رائے یہ تھی کہ عام کمرشل بینکوں میں جو رقوم جمع ہوتی ہیں وہ عام مسلمانوں کی ہوتی ہیں جن میں غالب ترین اکثریت حلال رقوم کی ہوتی ہے اور یہ سب رقوم بینک کے ذمہ فقہی طور پر قرض ہوکر ان کی ملکیت میں داخل ہوجاتی ہیں لہٰذا بینک میں اگر کوئی شخص ملازمت کرے جس کا سودی لکھت پڑھت سے کوئی بھی تعلق نہ ہو تو بینک سے ملنے والی تنخواہ اور بینک کے ذریعہ ملنے والی رقوم فی نفسہٖ حلال ہیں لہٰذا بینک کی ہر ملازمت یا بینک کے ذریعہ ملنے والی ہر رقم حرام نہیں ہے۔ شروع میں معاصر علماء اور دوسرے مفتیانِ کرام ان کے موقف کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن وقت گزرتا رہا اور وقت نے ثابت کردیا کہ ان کا موقف غلط نہیں تھا۔

برادرِ عزیز! یہ سب باتیں میرے سامنے کی باتیں ہیں جنہیں احقر نے قریب سے دیکھا اور سنا ہے اور بحمد اللہ اکابر فقہاء کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکت سے کسی حد تک انہیں سمجھا بھی ہے۔ اسلئے شدّت، اور جذبات کی جو زبان اب فتووں یا خطوط اور تحریرات میں استعمال کی جارہی ہے وہ احقر کے سر کے اوپر سے گزر جاتی ہے، انّا للّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدّس سرّہٗ کو انگریزوں سے شدید نفرت تھی، انگریزوں سے ان کی نفرت کا ایک قصّہ احقر نے اپنے دادا حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدّس سرّہٗ سے خود سنا کہ ان سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ انگریزوں سے اتنی نفرت کرتے ہیں، لیکن انگریزوں کی کوئی بات اچھی بھی تو ہوگی؟ تو حضرت نے بے ساختہ فرمایا: 'ہاں، ان کے کباب بہت مزیدار ہوں گے'۔

انگریزوں سے اتنی شدید نفرت اور ان کے خلاف طویل ترین جدوجہد اور ان کی طرف سے قید و بند کی سزاؤں کے باوجود حضرت شیخ الہند کے پاس جب کسی نے انگریزوں سے متعلق استفتاء بھیجا تو حضرت نے سوالات پڑھے پھر فرمایا کہ یہ فقہی سوالات ہیں جن کا جواب فتویٰ کی شکل میں جائے گا، میری طبیعت میں انگریزوں سے جتنی نفرت ہے اس کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ میں فتویٰ کے حدود کی رعایت نہ رکھ سکوں گا۔ لہٰذا یہ سوالات مولوی شبیر احمد (عثمانی) کو دیدیں وہ فتویٰ کے حدود کی رعایت کر کے جواب لکھ دیں گے۔

---

[1] نجس العین وہ چیز ہوتی ہے جو ہر حال میں اپنی ماہیت کے اعتبار سے ناپاک اور نجس رہے، اور اس کی نجاست کسی طرح ختم نہ ہو۔

(۷)......آنجناب نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح اپنے گرامی نامہ میں کئی غلط باتیں سنی سنائی تحریر کر دی ہیں، آپ کا کہنا ہے:

(۱)......"اسٹیٹ بینک کے مطابق سرمایہ کا کچھ حصہ سودی قرضہ کے طور پر اسٹیٹ بینک میں جمع کرانا ضروری ہے جس کی وجہ سے سارے شرکاء سودی قرض دینے والے بن گئے"......حالانکہ غیر سودی بینک جو سرمایہ بھی اسٹیٹ بینک میں رکھتے ہیں احقر کے علم کے مطابق وہ اس پر سود نہیں لیتے اسٹیٹ بینک کے پاس وہ صرف امانت بصورت قرض ہوتا ہے حالانکہ دوسرے کمرشل بینک اس پر اسٹیٹ بینک سے سود وصول کرتے ہیں جس سے غیر سودی بینکوں کو مالی طور پر سودی بینکوں کے مقابلہ میں ظاہری طور پر خسارہ ہوتا ہے لیکن وہ اس کے حرام ہونے کی بناء پر یہ خسارہ برداشت کرتے ہیں۔

(۲)......دوسری بات آپ نے نمبر۲ میں یہ لکھی ہے کہ "تمام مروّجہ اسلامی بینک (اسٹیٹ بینک) سے سودی قرض لینے کے پابند ہیں جس کی وجہ سے سب شرکاء سودی قرض لینے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں"...... حالانکہ احقر کے علم کے مطابق اسلامی بینک اسٹیٹ بینک سے قرض لیتے ہی نہیں ہیں بلکہ مشارکہ یا مضاربہ کی بناء پر وہ اسٹیٹ بینک سے رقوم لیتے ہیں اور طے شدہ نفع کا تناسب جو بھی آجائے وہ حسبِ معاہدہ تقسیم ہوتا ہے، بلکہ اسٹیٹ بینک نے غیر سودی بینکوں کے لئے علیحدہ سے قوانین بنادیئے ہیں تاکہ اگر وہ سودی نظام سے بچنا چاہیں تو بچ سکتے ہیں۔

(۳)......آپ نے شخصِ قانونی پر سطحی اعتراض کیا ہے حالانکہ شخصِ قانونی کا اعتراض بینک پر نہیں بلکہ ہر کمپنی پر وارد ہوتا ہے جتنی اشیاء ہم اور آپ پاکستان یا حرمین شریفین میں استعمال کرتے ہیں ان میں سے بھاری تعداد ان اشیاء کی ہوتی ہے جو کسی نہ کسی لمیٹڈ کمپنی کی مصنوعات میں شامل ہوتی ہے حتیٰ کہ اب دودھ، دہی، پانی کی بوتل جیسی پیک اشیاء بھی کمپنیاں ہی بناتی ہیں اور بازار میں بکتی ہیں اور وہ حضرات بھی کھلے بندوں اسے استعمال کرتے ہیں جو لمیٹڈ کمپنی کے وجود ہی کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اسی طرح تمام مدارس سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں جو سوسائٹی کو شخصِ قانونی قرار دیتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ غیر سودی بینکوں میں شخصِ قانونی کے تصور کی وجہ سے نہ قمار اور انشورنس کو جائز کہا گیا ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے اور نہ اس سے مضاربت کے اصول پر کوئی فرق پڑتا ہے جیسا کہ شائع شدہ کتاب میں کہا گیا ہے۔ محدود ذمہ داری کا تعلق کمپنی کے دوسرے دائنین سے ہے اور انتہائی شاذ صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے پہلے بھی نہیں دی گئی تھی اور اب بھی یہ مسئلہ زیرِ تحقیق ہے اور اتنی بات درست ہے کہ شخصِ

قانونی کو ایسے اختیارات دینے سے روکنا چاہئے جن سے لوگوں کے حقوق ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہو

برادرِ محترم! آپ کے گرامی نامہ کو احقر نے کئی بار پڑھا، احقر کو اس بات پر مکمل اطمینان ہے کہ مجتہد فیہ مسائل میں کسی ایک فریق کو بالکلیہ حق پر اور دوسرے فریق کو باطل قرار دینا یا اس اختلاف کو حق و باطل کا اختلاف گردانا (جیسا کہ بعض تحریرات میں یہ موقف اختیار کیا جا رہا ہے) شرعی حدود سے تجاوز ہے اور غلط ہے۔ جہاں تک احتیاط، تقویٰ اور ورع کا تعلق ہے احقر یہ بات بہتر سمجھتا ہے کہ اپنے عمل میں احتیاط کا پہلو اختیار کیا جائے، البتہ عام مسلمانوں کے لئے فتویٰ میں سہولت اور جواز کا پہلو اختیار کیا جائے جبکہ وہ عمل ہمارے علم کی حد تک شرعی حدود کے دائرہ میں آ رہا ہو۔ حضرت تھانوی قدس سرّہٗ کے یہاں اس کی نظائر موجود ہیں مثلاً بازار میں بکنے والے پھلوں کی خرید اور اسپرٹ کا جواز وغیرہ کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ ان کے جواز کا فتویٰ دیتے رہے لیکن حتی الامکان خود عمل سے اجتناب فرماتے رہے۔ اس طرح کی مثالیں اکابر کے سوانح سے جناب خود بھی جمع فرما سکتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم بھی اسی احتیاط فی العمل کے خواہشمند ہیں۔ اپنی بڑھی ہوئی دینی مصروفیات، جامعہ دارالعلوم میں تدریسِ بخاری شریف، نگرانی دارالافتاء، تصنیف و تالیف، دینی اسفار اور بیانات کی وجہ سے وہ اسلامی بینکوں کی نگرانی کے کام کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے ہیں اور اس سے مستعفی ہونا چاہتے ہیں بلکہ ان کی طبیعت پر اس کا شدید تقاضہ ہے جیسا کہ انہوں نے کئی مجلسوں میں اظہار فرمایا ہے لیکن انہیں اس پر عمل کرنے سے اس لئے روکا جا رہا ہے کہ غیر سودی بینکاری کے نظام میں اصلاح کے لئے اس وقت سب سے مؤثر شخصیت وہی ہیں، اگر اس مرحلہ پر وہ اس نظام سے عملی طور پر بالکلیہ اپنے آپ کو علیٰحدہ کر لیتے ہیں تو اسلامی بینکاری کے نظام میں اصلاح و ترمیم کی کوششوں کو شدید دھچکا پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر مسئلہ شرعیہ میں وہ موقف اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا کے مطابق ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی ہر پکڑ سے ہمیں محفوظ رکھیں اور دنیا ہی میں اپنی غلطیوں کے تدارک کرنے کی توفیق سے نواز دے۔ آمین یا ربّ العالمین.

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، وصلی اللہ وسلم وبارک علیٰ حبیبنا و سیدنا و شفیعنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہٗ، جمعۃ المبارک ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ، نزیل جامعہ دارالعلوم کراچی

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۲۱)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

مسجد امیر معاویہ میں بحیثیتِ خطیب تقرری

جامعہ اسلامیہ میں تقرری کے تین ماہ بعد ۲۴/ نومبر ۹۲ء کو مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں امامت وخطابت کے لئے بندہ کی تقرری عمل میں آئی۔ جس کے بعد بندہ نے امر پورہ سے رہائش بھی کوہاٹی بازار منتقل کر لی، میرا چونکہ اس وقت تک نکاح نہیں ہوا تھا اس لئے کوہاٹی بازار مسجد والے مکان میں مسجد کی انتظامیہ کے ساتھ معاہدہ کے بعد (جس کا ذکر آتا ہے) اپنی والدہ وغیرہ کو ہمراہ منتقل کرلیا۔

کسی مسجد کی امامت وخطابت آج کل کے دور میں ایک ایسا معاملہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق نباہنا آسان کام نہیں، بالخصوص شہر کی ان مساجد میں جہاں انتظامیہ کے عملے کی اکثریت دینی تعلیم سے ناواقفیت اور تدین سے محروم یا کمزور ہو (جیسا کہ آجکل عام طور پر یہ صورتحال ہے)

اس کے علاوہ مساجد میں مختلف مسالک اور مختلف نظریات کے حامل لوگوں کی آمدورفت اور عمل دخل کی وجہ سے سب کو ساتھ لے کر چلنا بھی ایک بہت کٹھن مرحلہ ہے، اور ایک ایسے ماحول میں جبکہ دین کے مقتداء وپیشوا لوگوں کی قدرومنزلت بھی عامۃُ الناس کے ذہنوں میں قائم نہ ہو، اور مساجدُ اللہ کے احترام وتعظیم کا صحیح جذبہ بھی مفقود ہو، اور علاقہ کے ہر قسم کے کھڑپینچ، جن کا معاشرہ میں کوئی مقام نہ ہو، مسجد میں آکر اپنی کھڑپینچی چلاتے ہوں، ایسے دور اور ماحول میں کسی مسجد کی امامت وخطابت کو اصول وقواعد کے مطابق انجام دینا ازبس مشکل اور جان جوکھوں میں ڈالنے والا کام ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اور نصرت حاصل ہو۔

اس لئے بہت پہلے سے میرا مروّجہ امامت وخطابت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی طرف میلان ورجحان نہ تھا، اور اسی میں عافیت وسلامتی سمجھتا تھا کہ کسی مخصوص غیر متدین طبقہ کی ماتحتی میں رہ کر دین کا کوئی کام کرنے

Idara Ghufran

کے بجائے اپنے طور پر اپنے مقام پر رہتے ہوئے کسی کی طرف سے پابندیوں کے بغیر جتنی توفیق ہوجائے اتنا کام کرلیا جائے اور بس۔

اس لئے میں کسی مسجد کی امامت وخطابت کا متلاشی اور اس کی طرف مائل ومتوجہ نہ تھا، اور اس سے پہلے یہی معمول جاری تھا کہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے جہاں کہیں کچھ اصلاحی باتیں کہنے سننے کے لئے بلایا جاتا تھا اور قرائن سے داعی میں اخلاص اور دین کی طلب کا سچا شوق محسوس ہوتا تھا وہاں اپنی حسبِ حیثیت اپنی اصلاح کی باتوں کے مذاکرہ وتکرار اور تجدید واستحضار کو بنیاد بنا کر حاضر ہوجایا کرتا تھا۔

اسی ضمن میں ایک مرتبہ مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں بعض حضرات نے درس کے لئے بعد عشاء مدعو کیا، بندہ حاضر ہوگیا اور درس دے دیا، چند دن بعد پھر اس مسجد میں درس کے لئے بندہ کو مدعو کیا گیا، بندہ پھر حاضر ہوگیا اسی ہفتہ میں آنے والے جمعہ کے دن بھی پھر تیسری مرتبہ یہ کہہ کر مجھے مدعو کیا گیا کہ ہمارے خطیب صاحب رخصت پر گئے ہوئے ہیں، لہٰذا آپ ہمارے ہاں جمعہ کی نماز پڑھادیں اور جمعہ سے پہلے کچھ بیان کردیں، بندہ جمعہ کے لئے بھی حاضر ہوگیا، اسی شام مغرب کی نماز میں دو حضرات میرے پاس مسجد الفاروق پہنچ گئے۔[۱]

(جہاں میں اُس وقت اکثر نمازیں پڑھا کرتا تھا) اور مغرب کی نماز کے بعد انہوں نے مجھ سے ملاقات کی، اور کہا کہ ہم مسجد امیر معاویہ سے حاضر ہوئے ہیں اور آپ کے بیان سے لوگ بہت خوش اور مطمئن ہوئے ہیں، اور ہمیں امام وخطیب کی ضرورت ہے، ہماری مسجد کے صرف ایک ذمہ دار ساتھی (جن کا کچھ سیاسی عہدہ بھی تھا، جس کا انہوں نے ذکر کیا) وہ کسی سفر پر گئے ہوئے تھے، وہ آپ کا بیان نہیں سن سکے، اب وہ بھی تشریف لاچکے ہیں، لہٰذا آج عشاء کے بعد ایک اور درس دے دیجئے، جس میں وہ صاحب بھی شریک ہوجائیں گے اور وہ صاحب آپ کا درس سُن کر امید ہے کہ آپ کو ضرور پسند کرلیں گے، اور اس طرح سب کی پسند واتفاق سے ہماری مسجد میں آپ کی بحیثیتِ امام وخطیب تقرری ہوجائے گی۔

یہ تمام گفتگو سن کر مجھے صدمہ پہنچا اور طبعی طور پر غصہ آگیا کہ آپ لوگ میرا امتحان لے رہے تھے، اور آپ لوگوں نے پہلے سے مجھے اپنی غرض بھی نہیں بتلائی اور فلاں سیاسی صاحب کو آپ کیا سمجھتے ہیں وہ بھی عام لوگوں کی طرح جاہل ہونگے ان کو اور آپ کو ایک علمی معاملہ میں امتحان لینے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ اور میں

---

[۱] یہ دو حضرات، جناب حاجی عبداللہ خان صاحب اور چوہدری عبدالحمید صاحب تھے، جو کہ بحمد اللہ تعالیٰ ابھی بقیدِ حیات اور کوہاٹی بازار میں مقیم ہیں۔ اول الذکر آج کل کافی بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت عطا فرمائیں۔ آمین

تو مروجہ امامت وخطابت کے حق میں نہیں ہوں، جس میں عام طور پر امام کو بات بات پر ہدفِ تنقید وملامت بنایا جاتا ہے، اور آج کل کے معاشرے میں امام وخطیب کو ہمہ وقت کوئی نہ کوئی لعنت وملامت کا مستحق ہی سمجھتا رہتا ہے، لہٰذا میں آپ لوگوں کی مروجہ امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالنے سے معذور ہوں، اور ویسے بھی میں ایک مدرسہ (یعنی جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی) میں علمی کاموں میں مشغول ہوں، جس کی وجہ سے میرے لئے آپ حضرات کی امامت کی پابندیاں نباہنا مشکل ہے۔ اور بھی نہ جانے موقع پر میں نے ان کو کیا کچھ کہا۔

یہ آنے والے دونوں حضرات کچھ سلجھے ہوئے محسوس ہورہے تھے۔ انہوں نے میری ساری گفتگو سن کر بڑے تحمل اور بردباری کے انداز میں کہا کہ حضرت صاحب! ہم تو بالکل جاہل لوگ ہیں اور ہرگز بھی آپ کا امتحان لینے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور ہم تو علمائے کرام کی بہت قدر کرنے والے لوگ ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ مساجد کی امامت وخطابت کے لئے ہمیں آپ جیسے حضرات ملتے نہیں، جس کی وجہ سے مسائل پیدا ہوتے ہیں، اور یقین جانئیے کہ ہم تو علمائے کرام کے پیر دھو کر پینے والے لوگوں میں سے ہیں، ہم آپ کو دوبارہ بیان کی زحمت نہیں دیں گے، بس آپ ہمارے یہاں تشریف لے آیئے، رہائش بھی مسجد کی طرف سے آپ کو فراہم کی جائے گی، اور اصل بات یہ ہے کہ ہم کافی مدت سے پریشان ہیں، کوئی صحیح عالمِ دین میسر نہیں آرہے، جس کی وجہ سے مسجد کے نمازیوں میں سخت اختلاف وانتشار پایا جاتا ہے، اور کسی بھی امام وخطیب پر سب کا اتفاق نہیں پایا جاتا، اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ پر سب لوگوں نے اتفاق کرلیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور بھی نہ جانے انہوں نے کیا کچھ کہا۔

لیکن اس امتحان والی بات پر مجھے سخت صدمہ تھا اور پہلے سے میرے دل ودماغ میں جو مسجد کے امام وخطیب کی حیثیت کا تصور قائم تھا اس کا بھی اس وقت ذہن پر اثر تھا، اس لئے میں نے امامت وخطابت کے لئے مسجد میں تقرری سے بالکل صاف انکار کردیا، مجھ سے بات کرکے یہ حضرات میرے دوسرے بھائی صاحبان کی دوکان پر تشریف لے گئے، اور میں ان دنوں اپنے ان بھائی صاحبان کے ساتھ ہی کرایہ کے اس مکان میں رہائش پذیر تھا جس کو بعد میں خرید کر ادارہ غفران قائم کیا گیا۔

میرے بھائی صاحبان سے انہوں نے کہا کہ آپ کے بھائی صاحب تو بہت غصہ والے اور جذباتی ہیں، ہمارے قابو میں تو وہ نہیں آرہے، آپ ہی کچھ مہربانی کیجئے اور کسی طرح سے انہیں ہماری مسجد کے لئے تیار کردیجئے۔

بھائی صاحبان نے کہا کہ ایسی کوئی بات تو نہیں ہے، کہ وہ اتنے غصہ والے ہوں، آپ نے کوئی بات ان کے منشاء واصول کے خلاف کردی ہوگی، جس کی وجہ سے ایسا ہوا۔

ان حضرات نے بھائی صاحبان کو اپنی گفتگو کا خلاصہ بتلایا، جس پر بھائی صاحبان نے کہا کہ آپ کو ان کا امتحان نہیں لینا چاہئے تھا، اور اگر بالفرض امتحان لینا ہی تھا، تو بعد میں ان کو بتلانے کی ضرورت نہیں تھی، یہ کام تو واقعی آپ نے غلط کیا ہے، پھر بھی ہم ان سے آج رات کو بات کرلیں گے اور آپ کو کل اس کا ان شاءاللہ جواب دیں گے۔

رات کو دوکان سے آنے کے بعد میرے بھائی صاحبان نے مجھ سے بات کی اور ان حضرات کی طرف سے عذر معذرت وعرض معروض کے ساتھ سفارش کی، کہ جب وہ حضرات اتنا زیادہ بلا رہے ہیں، اور محبت و تعلق کا اظہار کررہے ہیں، تو ان کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے، اگر وہاں جا کر کوئی ایسی ویسی بات محسوس ہوئی تو چھوڑ چھاڑ کر آجانا کہ۔ ''ملکِ خدا تنگ نیست در پائے فقیر لنگ نیست''

بہرحال بھائی صاحبان اور والدہ صاحبہ وغیرہ کے ایماء پر بندہ مخصوص شرائط کے ساتھ مسجد کی خطابت کے لئے آمادہ ہوگیا اور مسجد کے متعلقہ ذمہ دار حضرات کے اگلے دن آنے پر ان سے اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی اور مندرجہ ذیل شرائط وتفصیلات کے ساتھ امامت وخطابت کے لئے معاہدہ ہوگیا:

(۱)...... بندہ کی اصل مشغولی درس وتدریس کی ہے اس لئے امامت وخطابت کے دوران اس مشغولی کو اولین ترجیح حاصل ہوگی، اس لئے مجھے ایک نائب فراہم کیا جائے گا جو میری غیر موجودگی میں خدمات انجام دے گا، اور مسجد کی طرف سے بندہ کی مزید کوئی ذمہ داری نہ ہوگی

(۲)...... مالی وانتظامی معاملات میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہ ہوگا۔

(۳)......شرعی اور دینی امور میں بندہ کو آزادی حاصل ہوگی، جس میں مداخلت کا کسی کو حق نہ ہوگا

(۴)...... بندہ کے ہمراہ بندہ کی والدہ اور بھائی صاحبان بھی مسجد کی طرف سے دی ہوئی رہائش گاہ میں رہائش پذیر ہوں گے۔

اس معاہدہ کے بعد میں والدہ محترمہ اور بھائی صاحبان سمیت مسجد سے ملحقہ فراہم کردہ مکان میں منتقل ہوگیا، اور امامت وخطابت کی ذمہ داریاں نباہنا شروع کردیں۔ اور اس معاہدہ سے بحمداللہ تعالیٰ بندہ کو بہت راحت محسوس ہوئی۔ مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں امامت وخطابت کا یہ معاملہ بہتر طریقہ پر

چلتا رہا، اور میری تقرری سے پہلے اس مسجد میں پائے جانے والے غیر معمولی تنازعات کا سلسلہ تقریباً بند ہوگیا، اور اکثر لوگوں سے انسیت پیدا ہوگئی، یہاں کے حضرات بہت محبت والا برتاؤ کیا کرتے تھے۔

مسجد میں امامت وخطابت کا سلسلہ اگرچہ میرے لئے بالکل نیا تھا اور پہلے سے کوئی تجربہ بھی نہیں تھا، اس لئے شروع شروع میں مختلف طبائع ومزاج کے لوگوں کے ساتھ سابقہ پڑنے کے باعث کچھ مشکلات ضرور پیش آئیں، مگر اپنے اکابر بالخصوص حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم کی وقتاً فوقتاً ہدایات سے بفضلہٖ تعالیٰ فتنوں سے حفاظت رہی۔

میں ظہر سے قبل جامعہ اسلامیہ میں فتاویٰ اور تدریس کے لئے وقت دیا کرتا تھا، اور ظہر سے فجر تک مسجد اور قیام گاہ پر ہوتا تھا۔ مسجد میں جمعہ کا قیام تو میرے سے پہلے ہی سے تھا، بعد میں جب لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو اہلِ علاقہ کے مشورہ سے مسجد میں عیدین کی نماز کا قیام بھی عمل میں آ گیا۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں بندہ نے خود تراویح میں بھی قرآن مجید سنانے کی خدمت انجام دی (جو بحمداللہ تعالیٰ تاحال کسی دفعہ کے ناغہ کے بغیر جاری ہے، اور اللہ تعالیٰ سے تاحیات اس خدمت کی سعادت حاصل رہنے کی دعا ہے)

مجھ سے پہلے اس مسجد میں تراویح میں ختمِ قرآن کے موقع پر مختلف رسوم رائج تھیں، چنانچہ حافظ وسامع کو معروف ومروج طریقہ پر رقم واشیاء کے لین دین، چندہ جمع کرنے، اور ختمِ قرآن مجید کے دن غیر ضروری روشنی کا انتظام وغیرہ جیسی پابندیوں کا التزام تھا، جن کو بندہ اپنے اکابر کی برکت سے پہلے ہی نامناسب خیال کرتا تھا، اس لئے حکمت ومصلحت سے اہلِ محلّہ وعلاقہ سے بات کرکے ان التزامات سے بھی درجہ بدرجہ جان چھڑائی، اس طرح کی اور بھی رسوم مختلف مواقع پر رائج تھیں، جن سے بحمداللہ تعالیٰ بندہ کو جان چھڑانے کی توفیق حاصل ہوتی رہی، فللہ الحمد والشکر (جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۲)

کلامِ اقبال کی چند بنیادی اصطلاحات

علامہ اقبال مرحوم کے کلام میں:

’’خرَد‘‘ ، ’’عشق‘‘ ’’فقر‘‘ اور ’’خودی‘‘

کے الفاظ کا بکثرت استعمال ہوا ہے اور انہوں نے ایک مثالی مردمومن، مثالی مسلمان، مثالی انسان کا جو سراپا ذات وصفات بیان کیا ہے اور اس کی صورت وسیرت اور شخصیت کا جو منظوم خاکہ کھینچا ہے وہ زیادہ تر عشق، فقر، خودی جیسے الفاظ کے گرد گھومتا ہے۔ اور خرَد کو عشق وفقر کے مقابلے میں لایا گیا ہے، اس طرح یہ الفاظ کلامِ اقبال میں ایک وسیع اور جامع مفہوم ومعنی میں بطور رمز واصطلاح کے استعمال ہوئے ہیں ذیل میں خود کلامِ اقبال ہی کی روشنی میں ان اصطلاحات کے ضمن میں ملحوظ اس وسیع مفہوم کی کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے جس سے اقبال مرحوم کے کلام کے بنیادی فلسفہ اور ان کے اسلامی فکر ومزاج کی بھی قدرے وضاحت ہوجائے گی اور ان کے نزدیک دورِ حاضر میں مسلمانوں کے زوال وانحطاط کے اسباب اور ان کے ملی واجتماعی امراض کی تشخیص کا بھی ایک نقشہ سامنے آجائے گا۔

ان اصطلاحات کی اجمالی وضاحت

پہلے ان الفاظ کا مختصر اجمالی مفہوم ملاحظہ ہو پھر اس کی تفصیل کی جائے گی۔

خودی: لغۃً انانیت اور غرور وتکبر کے معنی میں بھی آتا ہے اور خود شناسی ومعرفتِ نفس کے معنی میں بھی۔ کلام اقبال میں یہ لفظ اسی دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی خود شناسی ومعرفتِ نفس۔

عشق: محبت، پیار (پریم) فریفتگی، چاہ، شوق کے معنی میں آتا ہے۔

فقر: قلندری ودرویشی، خداشناسی، خدارسیدگی اور معرفت کے معنوں میں کلامِ اقبال میں استعمال ہوا ہے اور فقر کے ساتھ ساتھ اس مفہوم کے لئے قلندری ودرویشی اور قلندر ودرویش کے الفاظ بھی انہوں نے اپنے

Idara Ghufran

کلام میں جا بجا استعمال فرمائے ہیں۔

خرد: عقل، دانائی، سمجھ کے معنی میں آتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی

یہ بنیادی اصطلاحات (خودی وفقر، عشق وخرد) کہ کلام اقبال غالب حد تک انہی کے گرد گھومتا ہے یہ سب اصطلاحات اصلاً پر ایک ہی خاص فکر وفلسفہ پر مبنی ہیں جو فکر وفلسفہ اقبال مرحوم کے رگ وریشے میں رچا بسا اور ان کی روح کی گہرائیوں میں اترا ہوا تھا۔ وقت کے ایک ممتاز مفکر اور صاحبِ دل شخصیت [1] نے اقبال کے اس فلسفہ عشق وخودی کو خود ان کے کلام کی روشنی میں پانچ بنیادی نکات میں جمع کیا ہے جو کہ ترتیب وار یہ ہیں:

(۱)...... عقل کے بجائے دل کی مرکزیت اور اس کی ارتقاء وسلامتی کی جدوجہد **(۲)**...... حسنِ مطلق ہستی یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر وفکر **(۳)**...... صاحبانِ دل یعنی اللہ والوں کی صحبت ومجالست **(۴)**...... مجاہدات وریاضات وغیرہ کر کے نفس ونفسانی قوتوں کو مہذب بنانے اور ان پر قابو پانے کی کوشش واہتمام **(۵)**...... دنیا کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بدلنے کی جدوجہد۔

ان نکات کی جو تشریح فرمائی گئی ہے اس کا نکات وار حاصل وملخص یہ ہے ۱۔ انسان کے وجود وہستی میں دل ہی وہ قوت وعنصر ہے جو انوارِ الٰہی کی شعاؤں کو جذب کرنے اور پھر حسن مطلق اور حقیقت مطلقہ کی ان شعاؤں سے عقل ونفس، ساری جسمانی قویٰ اور ہستی کے سارے گوشوں کو منور ومستفیض کرنے کا اصل آلہ وذریعہ ہے، دل، روح ونفس اور عقل کے درمیان رابطہ اور پل ہے (قرآن مجید کی متعدد آیات میں ھدایت وضلالت اور انسان کی اصلاح وفساد کا حکم دل اور اس کی اچھی بُری صفات کے حوالے سے ہی بیان کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] جناب موسیٰ بھٹو صاحب بالقابہ مدیر ماہنامہ بیداری حیدر آباد (ملاحظہ ہوں بیداری کے پرچے نومبر 2008ء تا فروری 2009ء

[2] مشتے نمونہ. ختم الله علیٰ قلوبهم (البقره)
فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا (البقرة ۱۰) لم قلوب لا یفقهون بها (الاعراف ۱۷۹) افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالها (محمد ۲۴) وربطنا علیٰ قلوبهم (الکهف) لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (الحج آیت ۴۶) ونقلب افئدتهم و ابصارهم (الانعام ۱۱۰) وزینه فی قلوبکم (الحجرات ۷) ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا (آل عمران ۸) اولٰئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقوی (الحجرات ۳) وفی الحدیث وشر العمیٰ عمی القلب (مصنف ابنِ ابی شیبة) وفی آخر الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد (بخاری)

پیارے بچو! ابو حافظ محمد فرحان خان

سچ بولنے کی برکتیں

پیارے بچو! آج کل ہم لوگوں میں جھوٹ بولنے کا مرض عام ہو چکا ہے اور جھوٹ بولنے کا اتنا رواج بن چکا ہے کہ اگر ہم سچ بھی بولیں تو لوگ ہماری سچ باتوں کو بھی جھوٹ ہی سمجھتے ہیں۔

پیارے بچو! جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ہمیں ہمیشہ سچ بولنا چاہئے اور جھوٹ سے بچنا چاہئے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جھوٹ رزق کو کم کر دیتا ہے۔

پیارے بچو! چچا چمّن کی چھوٹی سی فرنیچر کی دکان تھی۔ وہ اس میں کرسی میز وغیرہ بنا کر بیچا کرتے تھے۔ چچا چمّن روزانہ صبح کو جا کر اپنی دکان کھولتے اور بیٹھ جاتے تھے...... جب بھی کوئی خریدار آتا وہ ان سے فرنیچر وغیرہ دیکھتا...... اور پوچھتا کہ یہ مضبوط بھی ہے...... کہ نہیں؟ وہ سچ سچ بتا دیتے تھے کہ بھئی اس کی لکڑی دو چار سال تک کام دیگی...... یا یہ کہہ دیتے کہ بھائی لکڑی ہلکی لگی ہے یہ کم دن چلے گا...... اور جو فرنیچر اچھا ہوتا اس کو اچھا بتا دیتے...... مگر اس کے ریٹ زیادہ ہوتے...... ان کو سن کر ہی خریدار واپس چلے جاتے...... مگر یہ جھوٹ نہیں بولتے تھے...... اسی وجہ سے ان کی بکری بہت کم ہوتی اور اکثر خالی ہاتھ دوکان سے واپس گھر آتے...... جب کہ دوسری دوکانوں پر خوب کاروبار ہوتا...... یہاں تک کہ سب دوست اور پڑوسی دوکاندار بھی چچا میاں کو سمجھاتے کہ میاں یہ آپ پر کیا سچ کا بھوت سوار ہے...... بلکہ ان کو برا بھلا کہتے...... کہ وقت کے ساتھ چلنا چاہئے جس طرح سب کاروبار کرتے ہیں...... پیسہ کماتے ہیں...... آپ بھی پیسہ کماؤ...... مگر چچا میاں یہ سن کر کہ دیتے کہ بھائی جھوٹ بول کر نفع حاصل کرنا گناہ ہے...... میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اور قسمت کی روزی تو انشاء اللہ مل کر ہی رہے گی۔

دوسرے دوکانداروں کا کام عروج پر تھا...... اپنے مال کی جھوٹی سچی تعریفیں کرتے اور خوب بکری کر کے گھر جاتے...... مگر کچھ دن گذرے تو لوگوں بھی پتہ چلنے لگا کہ یہ لوگ تو گھٹیا مال جھوٹ بول کر ہمیں دے دیتے ہیں...... کیوں کہ یہ دوکاندار کہتے تھے کہ یہ فرنیچر بہت عمدہ اور پکی لکڑی کا ہے...... یہ سالوں چلے گا مگر وہ چند دنوں میں ٹوٹ پھوٹ جاتا...... خراب ہو جاتا...... لوگوں کو دوبارہ سے خریدنے کا خرچہ پڑتا اور پریشانی الگ ہوتی...... تو پھر کچھ عرصہ بعد ایک ایک دو دو خریدار چچا میاں سے بھی سامان لے جانے

لگے اب چچامیاں تو سچ بولتے تھے......ان کی دوکان سچائی کی وجہ سے اتنی مشہوری ہوئی کہ دوسری دوکانوں پر خریدار نہ ہوتے ......دوکاندار ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہوتے......ان کی دوکانوں پر نہ بندہ نہ بندہ کی ذات ...... اور چچامیاں کے یہاں خریداروں کی لائنیں لگی ہوتیں......انہوں نے کئی ملازم رکھ لئے......پھر اللہ نے ایک سے دو دوکانیں دیں اور چند ہی دنوں میں سچائی کی برکت سے بہت بڑے کارخانہ کے مالک بن گئے، اللہ تعالیٰ نے عزت، اولاد، گھر، بنگلے، گاڑیاں، غرضیکہ دنیا کی سب نعمتیں ان کو عطافرمائیں۔

کافی کاریگران کے یہاں کام کرنے لگے اور چچامیاں سب کا خوب خیال رکھتے ان کی تنخواہ اور مزدوری کے علاوہ بھی دکھ وسکھ میں کام کرنے والے کاریگروں کی مدد کرتے رہتے تھے۔ جب کہ دوسرے دوکانداروں کے کام میں کمی آتی چلی گئی......کئی دوکانداروں نے تو کوئی دوسرا کام بدل لیا مگر ان کی آمدنی میں برکت ہی نہ ہوتی تھی......ادھر روپیہ آتا فوراً ہی کوئی خرچہ نکل آتا تھا، کبھی کوئی بیماری تو کبھی کوئی اور خرچ۔ پھر تعویز دھاگے والوں کے پاس جاتے، کہ شاید کسی نے کچھ جادو وغیرہ نہ کرادیا ہو، مگر بے برکتی ختم نہ ہوتی تھی۔

پیارے بچو! سچ میں برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی سچ بولنے والے سے خوش ہوتے ہیں۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور آپ فرماتے ہیں تین شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہیں ایک تاجروسوداگر جو کثرت سے قسمیں کھائے، دوسرے مفلس متکبر، تیسرے بخیل احسان جتانے والا

پیارے بچو! ہمیں بھی سچ بولنے کی عادت ڈالنی چاہئے، اور جھوٹ بولنے سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرنی چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سچ بولنے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیاب اور سرخرو کرتے ہیں

القاسم اکیڈمی کی تازہ علمی اور تاریخی پیش کش

صفحات 316 **گنجینۂ علم وعرفان** قیمت: -/200

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہٗ

ترتیب وتالیف: حافظ محمد طیب حقانی

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے خطبات، مقالات، مضامین، مکتوبات، سفرناموں کا مجموعہ

ناشر: القاسم اکیڈمی: جامعہ ابوہرہ، خالق آباد، نوشہرہ فون: 0333-9102770

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط۱۰)

چہرے کے پردے کا ثبوت فقہاء کرام سے

جو باتیں نماز درست ہونے کے لئے ضروری ہیں اُن میں سے ایک بات ہے ''سترعورت'' انسان کے بدن کا وہ حصہ جس کا دکھانا باعثِ شرم ہے اس کو چھُپانا ''سترِ عورت'' کہلاتا ہے۔

اس مسئلے پر علماء کرام نے دو لحاظ سے کلام فرمایا ہے اول یہ کہ عام حالات میں یعنی جب انسان نماز نہیں پڑھ رہا اس وقت سترِ عورت کا کیا حکم ہے دوسرے نماز پڑھتے وقت سترِ عورت کی کیا حیثیت ہے؟

خارجِ نماز سترِ عورت کی شرعی حیثیت

عام حالات میں جب کوئی انسان خواہ مرد ہو یا عورت نماز نہیں پڑھ رہا، تب بھی اس کے لئے شرعاً اپنے بدن کے اس حصے کا چھپانا فرض ہے۔ جس کے چھپانے کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔

اور یہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ہے۔ جس پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اس حکم کو تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں میں فرض کا درجہ حاصل رہا ہے بلکہ شریعتوں کے وجود سے بھی پہلے جب جنت میں شجرِ ممنوعہ (وہ درخت جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو منع فرمایا تھا) کھا لینے کی وجہ سے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا جنتی لباس اُتر گیا اور چھُپائے جانے والے اعضاء کھُل گئے تو وہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام نے ان اعضاء کو کھُلا رہنے دینا جائز نہیں سمجھا اسی لئے حضرت آدم وحوا دونوں نے اپنے بدن کے اس حصے پر جنت کے پتے باندھ لئے اور یہ فرض ہر انسان مرد وعورت پر اپنی ذات میں ہی لازم وضروری ہے خواہ کوئی دوسرا دیکھنے والا ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: نماز کے علاوہ عام حالات میں لوگوں کے سامنے بدن کے باعثِ شرم حصے کو چھپانا تو بالاتفاق فرض ہے جس میں کسی کا اختلاف ہی نہیں ہے۔

مسئلہ: اور صحیح قول کی بنیاد پر تنہائی میں بھی جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا بھی موجود نہ ہو بلا ضرورت اپنے اس

Idara Ghufran

حصہٴ بدن کو کھول کر ننگا بیٹھنا جائز نہیں (کمافی البحرعن شرح المنیہ، معارف القرآن ج ۷ص ۲۱۱ وعمدۃ الفقہ ج ۲ص ۵۲)

مسئلہ: ہاں اگر اس حصہٴ بدن کو کھولنے کی کوئی ایسی ضرورت ہے جس کو شریعت نے بھی معتبر قرار دیا ہے تو اس غرض سے اپنے اس حصہٴ بدن کو کھولنا جائز ہے مثلاً پیشاب، پاخانہ استنجا وغسل اور حقِ زوجیت کی ادائیگی وغیرہ کی غرض سے یہ حصہٴ بدن کھولنا جائز ہے (عمدۃ الفقہ ج ۲ص ۵۲)

مسئلہ: بیماری اور علاج کے دوران بھی ممکنہ حد تک اس حصہٴ بدن کو چھپانے کا اہتمام مرد وعورت سب پر ضروری ہے۔

دورانِ نماز سترِ عورت کی شرعی حیثیت

سترِ عورت یعنی اپنے مخصوص حصہٴ بدن کو چھپانا نماز درست ہونے کے لئے شرط ہے یعنی جس طرح بے وضو نماز پڑھنے سے نماز درست نہیں ہوتی اسی طرح اگر اس حصہٴ بدن کے ننگا ہونے کی حالت میں نماز پڑھی جائے تو بھی نماز درست نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص خواہ مرد ہو یا عورت اندھیری رات میں ننگا ہو کر نماز پڑھے حالانکہ اپنے مخصوص حصہٴ بدن چھپانے کے قابل کپڑا اس کے پاس موجود ہو تو یہ نماز بالاتفاق ناجائز ہے حالانکہ اس کو ننگا کسی نے دیکھا نہیں اور اندھیری رات ہونے کی وجہ سے وہ خود بھی اپنے مخصوص حصہٴ بدن کو نہیں دیکھ سکا (البحر الرائق معارف القرآن ج ۷ص ۲۱۱ وعمدۃ الفقہ ج ۲ص ۵۵)

بدن کے اس مخصوص حصہ سے مراد کون سے اعضاء ہیں؟

یہ اعضاء جن سے متعلق چند شرعی احکام اوپر ذکر کئے گئے ہیں مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنے سے نیچے تک ہیں۔ ناف ان اعضاء میں شامل نہیں اس کا حکم ان اعضاء جیسا نہیں ہے۔ اور گھٹنے ان اعضاء میں شامل ہیں اس لئے ان کا چھپانا فرض ہے (عمدۃ الفقہ ج ۲ص ۵۲)

اسی سے معلوم ہو گیا کہ مرد کے لئے شرعی اجازت کے بغیر گھٹنا ننگا کرنا جائز نہیں خواہ تنہائی میں ہو یا لوگوں کے سامنے اور عورت کے لئے نماز درست ہونے نہ ہونے کی حد تک یہ مخصوص حصہ چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں کے سوا تمام بدن کے اعضاء ہیں (عمدۃ الفقہ ج ۲ص ۵۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے چہرے، دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کا چھپانا نماز کے درست ہونے کے لئے ضروری نہیں اگر کوئی عورت چہرہ ہاتھ اور پاؤں ننگے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لے جبکہ اس کے باقی اعضاء چھپے ہوئے ہوں تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ بشرطیکہ نماز کے باقی فرائض وواجبات

پورے کرے۔

آمدم برسرِ مطلب

اس ساری تفصیل کے تحریر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے نماز کے مسائل میں جہاں یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ عورت پر چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں چھپانا نماز کے درست ہونے کے لئے ضروری نہیں وہیں یہ مسئلہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ عورت کا نامحرم مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا منع ہے۔اس لئے نہیں کہ چہرہ کھلا ہوتو نماز درست نہیں ہوتی بلکہ اس لئے کہ نامحرم مَردوں سے عورت کے سارے جسم کا پردہ ہے،جس میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں بھی شامل ہیں،اور نماز درست ہونے کے لئے ان اعضاء کا چھپانا ضروری نہیں (شامی باب شروط الصلوٰۃ)

گویا حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے دورانِ نماز سترِ عورت کی حدود اور نامحرم مَردوں سے پردہ کرنے کی حدود کو الگ الگ بیان فرمایا ہے اور نماز کے مسائل کے دوران ہی نامحرم مَردوں سے چہرے کے پردہ کے ضروری ہونے کی وضاحت فرمادی تاکہ کوئی شخص غلط فہمی کا شکار نہ ہو اور نہ کوئی غلط خیالات والا شخص دوسروں کو نماز کے مسئلہ سے دھوکہ دے سکے کیونکہ نماز درست ہوجانے کے لئے سترِ عورت کی حدود الگ ہیں،اور نامحرم مَردوں سے پردہ کرنے کی حدود الگ ہیں،چنانچہ نامحرم مَرد سے عورت کے سارے جسم کا پردہ ہے،جس میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں بھی شامل ہیں۔

تنبیہ: عورت عام حالات میں (یعنی جبکہ وہ نماز نہ پڑھ رہی ہو،اور نہ اسے کوئی نامحرم دیکھ رہا ہو) اگر اکیلی ہو یا اپنے محرم مرد یا کسی عورت کی موجودگی میں ہو تو اپنے بدن کے کون سے اعضاء کھول سکتی ہے،اور کون سے نہیں کھول سکتی، اس بارے میں تفصیل ہے، جو اسی مضمون کی قسط ۶ شمارہ ۳ جلد ۶ (مارچ 2009ء، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ) ص۶۲ تا ۶۴ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

احرام کی حالت میں چہرے کا پردہ

حج کے مسائل بیان فرماتے ہوئے حضرات فقہاء کرام نے عورت کے احرام کے احکام کو مستقل طور پر بیان فرمایا ہے ان مسائل کے ضمن میں جہاں یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ عورت احرام کی حالت میں اپنے چہرے کو کپڑا نہ لگنے دے وہیں پر یہ مسئلہ بھی بیان فرمایا کہ احرام کی حالت میں بھی اجنبی مردوں سے چہرہ چھُپانا عورت پر ضروری ہے۔چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’عورتوں پر حالتِ احرام میں بھی نامحرموں سے پردہ کرنا لازم ہے یہ جو مشہور ہے کہ حج یا عمرہ میں پردہ نہیں یہ غلط ہے اور جاہلانہ بات ہے۔ چہرہ پر کپڑا نہ لگانا اور بات ہے اور نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا اور بات ہے حکم یہ ہے کہ عورت حالتِ احرام میں چہرے پر کپڑا نہ لگنے دے اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولے رہے؟‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ احرام میں چہرہ کے پردہ کا ثبوت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم حالتِ احرام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ گزرنے والے اپنی سواریوں پر ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنی چادر کو سر سے آگے بڑھا کر چہرہ کے سامنے لٹکا لیتے تھے اور جب حاجی لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم لوگ چہرہ کھول لیتے تھے (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ سفرِ حج میں بھی پردہ کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ عورت جب حج کا احرام باندھ لے تو احرام کھولنے تک چہرہ پر کپڑا لٹکانا منع ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چہرہ کھولے ہوئے حاجیوں کے سامنے پھرتی رہے۔ ایسی صورت میں احتیاط کرنا ضروری ہے کہ چہرے پر کپڑا نہ لگے اور نامحرموں سے پردہ بھی ہو جائے۔ جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے سفرِ حج کا واقعہ بیان فرمایا جو ابھی مذکور ہوا (تبلیغی و اصلاحی مضامین ج ا ص ۲۵۶ و ۲۵۷)

حج سے متعلق تقریباً تمام چھوٹی بڑی کتب میں جہاں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت احرام کی حالت میں اپنے چہرے کے ساتھ کپڑا نہ لگنے دی وہیں کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً اس مسئلہ کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانا عورت پر احرام کی حالت میں بھی لازم ہے۔

چنانچہ معلم الحجاج میں ہے:

مسئلہ: عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ ہونا منع ہے اس لئے کوئی چیز پیشانی پر ایسی طرح لگا کر کپڑا اڈالے کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے (ص ۱۲۴)

رفیق حج میں ہے:

عورتوں کا احرام بھی مردوں کی طرح ہے، فرق یہ ہے کہ عورتوں کو سلے ہوئے کپڑے پہنے رہنا چاہئے، سر کو بھی چھپانا چاہئے، صرف چہرہ کھُلا رکھے مگر اجنبی مردوں کے سامنے برقع کا نقاب اس طرح ڈال لے کہ وہ چہرہ کو نہ لگے۔......الخ (ص ۷۲ و ۷۳)

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

''احرام میں حکم دیا گیا ہے کہ مرد سر کھُلا رکھیں اور عورتیں چہرہ کھُلا رکھیں مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ کپڑا چہرے سے نہ لگے یہ نہیں کہ اجنبی مردوں کو چہرہ دکھلاتی پھریں پس (احرام میں بھی) عورتیں اپنے چہرے پر اس طرح کپڑا لٹکائیں کہ چہرے سے علیحدہ رہے (نمبر ا الحج المبرور التبلیغ ج ۳) اصلاح خواتین ص ۳۲۶ و ۳۲۷)

غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے پر عورت سزا کی مستحق ہے

بعض حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان امور کی فہرست بتاتے ہوئے جن کی وجہ سے شوہر کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو سزا دے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت اپنا چہرہ کسی غیر محرم مرد کے سامنے کھولے یا غیر محرم سے بات کرے یا اسے گالی دے تو شوہر اس کو مناسب سزا دے سکتا ہے (شامی ج ۴ ص ۷۷)

فقہاء کرام کے اس بیان کردہ مسئلے سے بھی واضح ہوا کہ فقہاء کرام کے نزدیک غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا عورت کے لئے جائز نہیں ورنہ اس پر سزا دینے کا شوہر کو حق حاصل نہ ہوتا۔

چہرے کے پردے کا ثبوت ایک اور انداز سے

چہرہ مجمع المحاسن ہے اور اصل جاذبیت اور کشش چہرے ہی میں ہے چنانچہ عورت کے جسم پر کسی اجنبی مرد کی جب نظر پڑتی ہے تو عموماً اس کے دل میں اس کا چہرہ دیکھنے کی بھرپور تمنا پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ایک نظر اس کے چہرے پر پڑے نیز چہرہ دیکھ کر ہی انسان کے خوبصورت یا بدصورت ہونے کا فیصلہ ہوتا ہے مزید برآں یہ کہ چہرہ دیکھنے کے بعد عموماً اجنبی مرد کا عورت کی طرف میلان ہونے لگتا ہے یعنی اس کے قریب جانے اس کو نظر بھر کر دیکھنے، اس سے بات کرنے، اس سے بوس و کنار کرنے پر جی للچانے لگتا ہے دوسری طرف خواتین کی بھی آج کل عموماً یہ کوشش ہوتی ہے کہ خوب زیب و زینت کر کے چہرہ کھول کر باہر نکلا جائے تاکہ اجنبی مرد ہمیں دیکھیں ایسے حالات میں اگر چہرہ پردے سے خارج ہو جائے یعنی اس کا پردہ ضروری نہ ہو تو پردہ کے اصل مقصود یعنی عصمت و عفت کی حفاظت ہی خطرے میں پڑ جائے گی اس لئے قرآن و سنت، فقہ اور عقل ہر لحاظ سے چہرے کا پردہ ضروری ہے کسی طرح کا حیلہ بہانہ کر کے چہرہ کھول کر اجنبی مردوں کے سامنے آنے کی کوشش کرنا درست نہیں سخت گناہ ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۸۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کا حکم؟

سوال

نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کا کیا حکم اور درجہ ہے؟

اور جب باجماعت نماز پڑھی جارہی ہو تو امام اور مقتدیوں کو آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہئے، یا اونچی آواز سے کہنی چاہئے؟

بعض لوگ امام اور مقتدی، سب کے لئے اونچی آواز سے آمین کہنے پر بہت زور دیتے ہیں، اور آہستہ آواز میں آمین کہنے والوں کو سنت کے تارک اور باعثِ ملامت سمجھتے ہیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی وضاحت وتفصیل فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا لجزاء۔

والسلام

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہور فقہائے کرام کے نزدیک ہر نمازی کو (خواہ عورت ہو یا مرد، اور خواہ امام ہو یا مقتدی) نماز میں سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہنا سنت اور بہت مبارک عمل ہے۔

لہٰذا اس سنت پر ہر نمازی کو عمل کرنا چاہئے۔

رہی یہ بات کہ اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جارہی ہو، تو امام کے سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین جہراً کہنا چاہئے، یا سراً؟ تو اگرچہ دونوں طرح کہنا جائز ہے، لیکن ان میں سے افضل طریقہ کون سا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

نماز میں اتنی آواز سے کوئی چیز پڑھنا کہ قریب کے ایک دو افراد سُن لیں، یہ سراً پڑھنے میں داخل ہے، اور اگر اپنے ساتھ متصل پہلی صف کے سب افراد سُن لیں، تو یہ جہراً پڑھنے میں داخل ہے۔

(ملاحظہ ہو: ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، فصل فی القراءۃ)

ہمارے فقہائے احناف کے نزدیک امام اور مقتدی سب کو سراً آمین کہنا افضل ہے، اور اس پر قرآن وحدیث کے دلائل اور صحابۂ کرام کا عمل موجود ہے۔

اور ''آمین'' ایک دعائیہ کلمہ ہے، جس کے معنٰی ہیں ''اے اللہ قبول فرما'' اور ''آمین'' کے الف پر مد ہے، اس لیے اسے مد کے ساتھ کھینچ کر اور لمبا کر کے پڑھا جاتا ہے۔

اور ''آمین'' کا دعا ہونا قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا (سورہ یونس، آیت نمبر ۸۹)

کہ تم دونوں (موسیٰ وھارون) کی دعا قبول کر لی گئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما السلام دونوں نے اس موقعہ پر دعا کی تھی۔

اور احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی، اور حضرت ھارون علیہ السلام نے اس پر آمین کہا تھا، اور مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الله أعطاني خصالا ثلاثة ، فقال رجل من جلسائه :وما هذه الخصال يا رسول الله ؟ قال : أعطاني صلاة في الصفوف وأعطاني التحية ، إنها لتحية أهل الجنة ، وأعطاني التأمين ولم يعطه أحدا من النبيين قبل إلا أن يكون الله أعطى هارون ، يدعو موسى ويؤمن هارون (صحيح ابنِ خزيمة، كتاب الامامة فی الصلاة،جماع أبواب قيام المأمومين خلف الإمام وما فيه من السنن)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تین خصلتیں عطا فرمائی ہیں، حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ تین خصلتیں کیا ہیں؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے صفوں میں نماز عطا فرمائی، اور مجھے سلام عطا فرمایا جو کہ جنت والوں کا سلام ہے، اور مجھے آمین عطا فرمائی جو کہ اس سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی، مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ھارون کو عطا کی، حضرت موسیٰ دعا کر رہے تھے، اور

حضرت ھارون آمین کہہ رہے تھے (ترجمہ ختم)

صحیح ابنِ خزیمہ کے حوالے سے یہ حدیث سند کے لحاظ سے درست ہے، بالخصوص جبکہ اس کی تائید صحابہ وتابعین کی دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے۔ ۱

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اورحضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون مروی ہے۔ ۲

اورحضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے:

كان موسى يدعو ، وهارون يؤمن ، والداعي والمؤمن شريكان (تفسير سنن سعيد بن منصور، حديث نمبر ۱۰۲۲)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کررہے تھے، اورحضرت ھارون آمین کہہ رہے تھے، اور دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا دونوں دعا میں شریک تھے (ترجمہ ختم)

اورفنِ تفسیر کے مشہور امام حضرت عکرمہ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ۳

اورامام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ عَطَاءٌ آمِينَ دُعَاءٌ (بخاری، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: اورحضرت عطاء نے فرمایا کہ آمین دعا ہے۔

اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کررہے تھے، اورھارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے، اورقرآن مجید میں دونوں کا نام دعا رکھا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے۔

اورقرآن مجید کی کئی آیات اوراحادیث سے سری اورخفیہ دعا کا افضل ہونا ثابت ہے۔

چنانچہ ایک مقام پرارشاد ہے:

---

۱ الحديث رواه ابن خزيمة فى صحيحه من طريق زربى مولى آل المهلب، وتردد فى ثبوته، فالحديث عنده صحيح (اتحاف الخيرة المهرة، كتاب افتتاح الصلاة، باب فى التأمين وما جاء فيمن لم يؤمن)

۲ وأخرج أبو الشيخ عن أبى هريرة رضى الله عنه قال :كان موسى عليه السلام إذا دعا أمن هرون على دعائه يقول :آمين .قال أبو هريرة رضى الله عنه :وهو اسم من أسماء الله تعالى ، فذلك قوله (قد أجيبت دعوتكما) . وأخرج أبو الشيخ عن ابن عباس رضى الله عنهما فى قوله (قد أجيبت دعوتكما) قال :دعا موسى عليه السلام وأمن هرون .(الدر المنثور لجلال الدين السيوطى)

۳ حدثنى محمد بن بشار قال ، حدثنا عبد الرحمن قال ، حدثنا سفيان، عن ابن جريج، عن رجل، عن عكرمة فى قوله:(قد أجيبت دعوتكما) ، قال :كان موسى يدعو، وهارون يؤمن، فذلك قوله :(قد أجيبت دعواتكما (تفسيرابن جرير)

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً

کہ ''دعا کرو اپنے رب سے عاجزی سے اور خفیہ''

پس قرآن مجید اور احادیث کی اصولی تعلیمات سے آمین کا سراً کہنے کا افضل ہونا معلوم ہوا۔ ۱؎

اب آمین کہنے کے بارے میں جو احادیث و روایات اس قرآنی اصول کے موافق ہوں گی، اُن کو ترجیح حاصل ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا أَمَّنَ الإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ آمِينَ

(مسلم، كتاب الصلاة، باب التسميع والتحميد والتأمين، بخاری، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، مؤطا امام مالک)

ترجمہ: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابنِ شہاب زہری نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سورہ فاتحہ کے بعد) آمین کہا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ابنِ شہاب زہری رحمہ اللہ کی مصنف عبدالرزاق کی سند سے روایت آگے آتی ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آہستہ آمین کہنے کی بھی صراحت ہے، لہٰذا وہ روایت اس روایت کی تفسیر ہے۔

اور ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَقُولُونَ آمِينَ وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ آمِينَ فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ

۱؎ قَوْله تَعَالَى: (قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا) أَضَافَ الدُّعَاءَ إلَيْهِمَا ، قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ وَعِكْرِمَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ وَالرَّبِيعُ بْنُ مُوسَى " : كَانَ مُوسَى يَدْعُو وَهَارُونُ يُؤَمِّنُ فَسَمَّاهُمَا اللَّهُ دَاعِيَيْنِ . " وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ آمِينَ دُعَاءٌ ، وَإِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ دُعَاءٌ فَإِخْفَاؤُهُ أَفْضَلُ مِنْ الْجَهْرِ بِهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى : (اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً) آخِرَ سُورَةِ يُونُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (أحكام القرآن للجصاص)

اگر شبہ کیا جائے کہ سورہ فاتحہ میں بھی تو دعا ہے، پھر اس کو امام آوازِ بلند کیوں پڑھتا ہے، جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ نماز میں پڑھنا اصلاً تو قرائت کے طور پر ہے، اور دعا کا مضمون اس کے تابع ہے۔

Iqra Ghufran

الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (مسند احمد حديث نمبر ۶۸۹۰، نسائی، سنن دارمی، كتاب الصلاة، باب فِی فَضْلِ التَّأْمِينِ، مصنف عبدالرزاق، صحيح ابنِ خزيمة، صحيح ابنِ حبان)

ترجمہ: جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، کیونکہ فرشتے آمین کہتے ہیں، اور امام بھی آمین کہتا ہے، جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امام کے سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد فرشتے آمین کہتے ہیں، اور فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافقت پر یہ فضیلت بتلائی گئی ہے، کہ اس سے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔ لہٰذا فرشتوں کی موافقت بھی آہستہ آمین کہنے میں ہوگی

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سنت کے مطابق نماز کا طریقہ بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلاتَنَا فَقَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ. يُجِبْكُمُ اللَّهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ (مسلم، كتاب الصلاة)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں ہمارے لئے سنتیں بیان فرمائیں اور ہمیں ہماری نماز کا طریقہ سکھلایا، اور فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفوں کو سیدھی کر لیا کرو، پھر تم میں سے کوئی امامت کرائے، پھر جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے، پھر جب امام اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے، تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو، اس لئے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے، اور اور تم سے پہلے رکوع سے اٹھتا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں مقتدیوں کو جس طرح تکبیر کہنے کا حکم ہے، اسی طرح آمین کہنے کا حکم ہے۔

اور ظاہر ہے کہ مقتدی اونچی آواز سے تکبیر نہیں کہتے، اسی طرح آمین کہنے کا بھی حکم ہوگا۔

اور اس حدیث میں امام کے آمین کہنے کا ذکر نہیں، بلکہ امام کے ولا الضالین کہنے کے بعد مقتدیوں کو آمین

کہنے کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح امام بلند آواز سے تکبیر کہتا ہے، اس طرح بلند آواز سے آمین نہیں کہے گا۔

اگر امام کو بلند آواز سے آمین کہنے کا حکم ہوتا، تو پھر تکبیر کی طرح یہ فرمایا جاتا کہ جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو جس سے معلوم ہوا کہ امام اور مقتدی سب آہستہ آواز سے آمین کہیں گے۔

حضرت وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ ":وَلا الضَّالِّينَ "قَالَ: آمِينَ فَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ (المعجم الكبير للطبرانی ، حديث نمبر ۱۷۵۷۵)

ترجمہ: کہ انہوں نے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی، جب نبی ﷺ نے ”ولا الضالین“ کہا تو آپ نے آہستہ آواز سے آمین کہا، اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا، اور دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے آمین قرائت کی طرح جہراً نہیں کہا، بلکہ آہستہ کہا تھا۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ ":وَلا الضَّالِّينَ"، قَالَ: آمِينَ وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، وَجَعَلَهَا عَلَى بَطْنِهِ (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۱۷۵۷۶)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب رسول اللہ ﷺ نے ”ولا الضالین“ کہا تو آپ نے آہستہ آواز سے آمین کہا، اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اپنے پیٹ کے اوپر رکھا (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ [۱]

---

[۱] اس حدیث کی سند میں ایک راوی حجاج بن نصیر ہیں، جنہیں بعض نے ضعیف اور بعض نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا یہ حدیث فی نفسہ حسن ہے، اور اس سے قطع نظر دوسری روایات کی تائید کی وجہ سے بھی حسن درجے میں داخل ہے۔

حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ ، ضَعَّفَهُ أَبُو حَاتِمٍ وَغَيْرُهُ ، وَوَثَّقَهُ ابْنُ مَعِينٍ وَابْنُ حِبَّانَ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۹)

اورابونعیم اصبہانی اپنی سند سے اس طرح روایت کرتے ہیں:

أَنَّـهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,فَلَمَّا قَالَ :(وَلا الضَّالِّينَ) قَالَ ": آمِينَ "وَيُـخُـفِي بِهَا صَوْتَهُ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى ,وَجَعَلَهَا عَلَى بَطْنِهِ (معرفة الصحابة، حديث نمبر ٦٤٨٢)

ترجمہ: حضرت وائل نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب (رسول اللہ ﷺ نے)''وَلا الضَّالِّينَ '' کہا تو آمین کہا، اوراپنی آواز کو آہستہ کیا، اوراپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اپنے پیٹ کے اوپر رکھا (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱)......حضور ﷺ نے سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین آہستہ آواز میں کہی۔

(۲)......حضور ﷺ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

(۳)......حضور ﷺ نے نماز میں ہاتھ سینے کے بجائے پیٹ پر باندھا۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ قَالَ" :وَلا الضَّالِّينَ ، قَالَ :آمِينَ وَيَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، وَيُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ (المعجم الكبير للطبرانی)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب رسول اللہ ﷺ نے ''ولا الضالین'' کہا تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ نے آمین کہا، اوراپنی آواز کو آہستہ کیا، اوراپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اوراپنے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

اورامام حاکم اپنی سند سے حضرت علقمہ بن وائل سے اوروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّـهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ، حِينَ قَالَ :غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّينَ ، قَالَ :آمِينَ ، يَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ (الْمُسْتَدرَكُ عَلَى الصَّحِيْحَيْنِ، حديث نمبر ٢٩١٣) [۱]

---

[۱] وقال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ
تعليق الذهبي فی التلخيص :على شرط البخاری ومسلم

Idara Ghufran

ترجمہ: انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب (رسول اللہ ﷺ نے) ''غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلا الضَّالِّینَ'' کہا تو آمین کہا، اور اپنی آواز کو آہستہ کیا (ترجمہ ختم)

اور مسند ابوداؤد طیالسی میں اس طرح روایت ہے کہ:

أنه صلى مع النبى صلى الله عليه وسلم فلما قرأ (غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال : آمين خفض بها صوته ووضع يده اليمنى على يده اليسرى وسلم عن يمينه وعن يساره (مسند الطيالسى، حديث نمبر ١١٠٦)

ترجمہ: انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب (رسول اللہ ﷺ نے) ''غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلا الضَّالِّینَ'' کہا تو آمین کہا، اور اپنی آواز کو آہستہ کیا، اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان تمام روایات سے حضور ﷺ کا آہستہ آواز میں آمین کہنا معلوم ہوا۔

رہا یہ شبہ کہ جو آپ ﷺ نے آمین آہستہ آواز میں کہی، تو حضرت وائل کو حضور ﷺ کے آمین کہنے کا کس طرح پتہ چلا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت وائل حضور ﷺ کے پیچھے متصلاً نماز پڑھ رہے تھے، اور حضور ﷺ نے اتنی آواز میں آمین کہی تھی، جو انہوں نے سُن لی تھی، جیسا کہ اگلی روایات میں آتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

صليت خلف رسول الله صلى الله عليه و سلم فلما قرأ (غير المغضوب عليهم ولا الضالين) قال :آمين حتى سمعته وأنا خلفه (المعجم الكبير، حديث نمبر ۴۱)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر جب (رسول اللہ ﷺ نے) ''غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلا الضَّالِّینَ'' کہا تو اتنی آواز سے آمین کہا کہ میں نے سُن لیا، اور میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا (ترجمہ ختم)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے جتنی اونچی آواز سے قرأت فرمائی، اتنی آواز سے آمین نہیں کہا، بلکہ آمین آہستہ آواز میں کہا کہ حضرت وائل نے آپ کے پیچھے ہونے کی وجہ سے سُنا۔

اس کی تائید آگے آنے والی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زہری کی روایات سے بھی ہوتی ہے۔

مذکورہ روایات پر بعض علمی شبہات کے جوابات کے لئے آخر میں آنے والی عمدۃ القاری کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت زہری سے روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله إذا قال :(غير المغضوب عليهم ولا الضالين) قال :آمين ، حتى يسمع من يليه (مصنف عبد الرزاق)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا کرتے تھے، تو آمین اتنی آواز سے کہا کرتے تھے کہ جو آپ کے متصل ہوتا، وہ سُن لیا کرتا (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اتنی اونچی آواز سے آمین نہیں پڑھا کرتے تھے، کہ سب مقتدی سُن سکیں، بلکہ صرف قریب والے شخص کو ہی آواز سنائی دیتی تھی۔ [1]

اور اتنی آہستہ آواز سے آمین کہنا سراً آمین کہنے میں داخل ہے، نہ کہ جہراً آمین کہنے میں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -إِذَا تَلاَ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ) قَالَ آمِينَ .حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الأَوَّلِ . (ابوداؤد کتاب الصلاۃ، باب التامین ورآء الامام)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تلاوت فرماتے تھے، تو آمین کہتے تھے، یہاں تک کہ پہلی صف کے وہ لوگ جو آپ کے قریب ہوتے تھے، اس کو سن لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت کی سند میں بشر بن رافع موجود ہیں۔

جن کو متعدد محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن امام حاکم نے فرمایا کہ ان کی حدیث شواہد کے طور پر قبول

---

[1] اس حدیث کا مرسل ہونا مضر نہیں، کیونکہ اولاً تو جمہور فقہاء کے نزدیک اس طرح کی مرسل حدیث حجت ہوتی ہے، اور دوسرے خود امام بخاری رحمہ اللہ، اور امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی حضرت ابنِ شہاب زہری کی مرسل روایت سے استدلال کیا ہے، جو بخاری میں موجود ہے۔

کی جاسکتی ہے۔ [1]

حضرت حسن سے روایت ہے کہ:

أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِي كِتَابِهِ إِلَيْهِمَا أَوْ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِمَا أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ (ابو داؤد حديث نمبر ٦٦٢)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے درمیان مذاکرہ ہوا، تو حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے خوب یاد ہے کہ حضور ﷺ نماز میں دو سکتے (یعنی مختصر خاموشی کے وقفے) فرمایا کرتے تھے، ایک تکبیرِ تحریمہ کے بعد اور دوسرا '' غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ '' کے بعد۔

حضرت عمران بن حصین نے اس کا انکار کیا، اور یہ طے پایا کہ اس کے متعلق حضرت ابی بن کعب کو فیصلہ کے لئے لکھیں۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب کو جب لکھا، تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی طرف یہ جواب لکھ کر بھیجا، کہ سمرہ نے (آپ ﷺ کا عمل) صحیح محفوظ کیا ہے (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد میں حضرت حسن سے اس طرح روایت ہے:

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى بِهِمْ سَكَتَ سَكْتَتَيْنِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ

---

[1] وقال الحاكم :وخرّج حديثه في الشواهد ليس بالمتروك، وقال البزار :لين الحديث وقد احتمل حديثه،،،أبو عبد الله بن عمر عن أبي هريرة، فإنه مجهول لا يعرف اسمه ولا حاله ولا روى عنه غير بشر، وبه ردّ أبو الحسن بن القطان هذا الحديث،والله تعالى أعلم .وقد ذكرنا في الإكمال لتهذيب الكمال اسمه، ومن وثقه وذكره بخير (شرح ابن ماجة لمغلطائي ، كتاب الصلاة، باب الجهر بآمين)

اوراس حدیث کے شواہد پیچھے ذکر کئے جاچکے ہیں۔

ملحوظ رہے کہ ابنِ ماجہ نے بھی بشر بن رافع کی سند سے حدیث تخریج کی ہے، جس میں ''یرتج'' کی زیادتی ہے، اوراس زیادتی کے شواہد موجود نہیں، اس لئے اس زیادتی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَإِذَا قَالَ (وَلَا الضَّالِّينَ)سَكَتَ أَيْضًا هُنَيَّةً فَأَنْكَرُوا ذَلِكَ عَلَيْهِ فَكَتَبَ إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ أُبَيٌّ أَنَّ الْأَمْرَ كَمَا صَنَعَ سَمُرَةُ (مسند احمد حديث نمبر ۱۹۳۹۰)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھاتے تھے، تو دو سکتے (یعنی مختصر خاموشی کے وقفے) کیا کرتے تھے، ایک نماز شروع کرتے ہی (تکبیرِ تحریمہ کے بعد) اور دوسرا ''وَلَا الضَّالِّينَ'' کے بعد، جو کہ بہت مختصر ہوتا تھا۔

بعض لوگوں نے اس پر نکیر کی، تو انہوں نے حضرت ابی بن کعب کو اس کے متعلق لکھا، تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب میں لوگوں کو لکھ کر بھیجا، کہ بے شک شریعت کا حکم ویسا ہی ہے، جیسا کہ حضرت سمرہ نے کیا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ایک سکتہ نماز شروع کرنے کے بعد فرماتے تھے، اور دوسرا سکتہ سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد فرماتے تھے، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتباع میں اس پر عمل کیا، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید فرمائی۔

ان سے پہلا سکتہ ثناء پڑھنے کے لئے ہوتا تھا، کیونکہ امام نماز شروع کرنے کے بعد ثناء آہستہ آواز سے پڑھتا ہے۔

اور دوسرا سکتہ آمین کہنے کے لئے ہوتا تھا، اور دوسری حدیث میں اس سکتہ کے بارے میں یہ بھی وضاحت ہے کہ وہ مختصر ہوا کرتا تھا، اور مختصر ہونے کی بظاہر وجہ یہی ہے کہ اس میں آپ ﷺ صرف آمین کہا کرتے تھے۔ [۱]

---

[۱] ولنا حديث السكتتين فإن السكتة بعد >ولا الضالين <لقول :آمين ، فعلم إخفاء تأمين الإمام ، وأقر فى حجة الله البالغة :بأن حديث السكتتين لعله على ما قيل من إخفاء آمين (العرف الشذى شرح سنن الترمذى) والأظهر أن السكتة الأولى لـلثناء والثانية للتأمين......فصدقه أبى بن كعب أى وافقه رواه أبو داود أى بهذا اللفظ قال ميرك من طريق يونس بن عبيد عن الحسن البصرى عن سمرة وساقه قال فأنكر ذلك عليه عمران بن حصين قال فكتبوا ذلك إلى المدينة إلى أبى فصدق سمرة وقد اختلف فى سماع الحسن من سمرة والأصح صحة سماعه منه وقد أخرجه ابن حبان فى صحيحه وقال بعض الحفاظ صح الحديث عن سمرة وأبى بن كعب وعمران بن حصين ١٥ . وقال ابن حجر رواه أبو داود وسنده حسن بل صحيح وفى رواية عنه كان لرسول الله سكتتان إذا قرأ بسم الله الرحمن الرحيم أى أراد قراء تها بدليل سكتة إذا كبر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہئے۔

اور متعدد جلیل القدر صحابۂ کرام سے بھی آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا لَا يَجْهَرَانِ بِ (بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) وَلَا بِالتَّعَوُّذِ ,وَلَا بِالتَّأْمِينِ (شرح معانی الآثار؛ وكنز العمال، حديث نمبر ٢٢١٠٢، بحواله ابن جرير والطحاوى وابن شاهين فى السنة)

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما (دونوں خلفائے راشدین) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذ باللہ، اور آمین اونچی آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے (بلکہ آہستہ آواز میں پڑھتے تھے) (ترجمہ ختم)

اور امام طبرانی رحمہ اللہ حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

كَانَ عَلِيٌّ، وَابْنُ مَسْعُودٍ لا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَلا بِالتَّعَوُّذِ، وَلا بِآمِينَ" (المعجم الكبير، حديث نمبر ٩٢٠١)

ترجمہ: حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذ باللہ، اور آمین اونچی آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے (بلکہ آہستہ آواز میں پڑھتے تھے) (ترجمہ ختم)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ کی ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر، حضرت علی، دونوں خلفائے راشدین، اور حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے فقیہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آمین اونچی آواز سے نہیں پڑھتے تھے، بلکہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے، اور ظاہر ہے کہ ان جلیل القدر خلفائے راشدین وصحابۂ کرام کا یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہی تھا۔

حضرت حماد سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسكتة إذا فرغ من القراءة كلها وفى أخرى إذا فرغ من فاتحة الكتاب وسورة عند الركوع ولا مخالفة بينهما بل يحصل من مجموعهما إثبات ثلاث سكتات بعد الإحرام وبعد الفاتحة وبعد السورة ١٥ وكان المراد بالسكتات الزيادة على حد التنفس فى أواخر الآيات إذ ثبت عنه عليه السلام كان يقرأ الحمد لله رب العالمين فيقف وهكذا على رؤوس الآى وأما إطلاق القراء السكتة على الوقف بلا تنفس فمبنى على اصطلاحهم والله أعلم (مرقاة المفاتيح)

أربع يخفيهن الامام :بسم الله الرحمن الرحيم ، والاستعاذة ، وآمين ، وإذا قال :سمع الله لمن حمده ، قال :ربنا لک الحمد (مصنف عبد الرزاق، باب ما يخفى الامام)

ترجمہ: چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے گا، ایک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، دوسرے اعوذ باللہ، اور تیسرے آمین، اور چوتھے جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا، تو ربنا لک الحمد آہستہ کہے گا۔

فائدہ: جب حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے نزدیک امام آمین آہستہ کہے گا، تو مقتدی بدرجہ اولیٰ آہستہ کہے گا۔

اور حضرت منصور حضرت ابراہیم نخعی سے اس طرح روایت کرتے ہیں:

خمس يخفين سبحانک اللهم وبحمدک ، والتعوذ ، وبسم الله الرحمن الرحيم ، وآمين ، واللهم ربنا لک الحمد (مصنف عبد الرزاق، باب ما يخفى الامام)

ترجمہ: پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھا جائے گا، ایک سبحانک اللھم وبحمدک اور دوسرے اعوذ باللہ، اور تیسرے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور چوتھے آمین، اور پانچویں (سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد) اللھم ربنا لک الحمد (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے پہلی روایت میں امام کے لئے صراحتاً آہستہ پڑھنے کا ذکر تھا، اور اس روایت میں امام ومقتدی دونوں کو حکم شامل ہے۔ [1]

اور حضرت منصور، حضرت ابراہیم نخعی کے بارے میں فرماتے ہیں:

أنه كان يسر آمين (مصنف عبد الرزاق)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی آمین آہستہ کہا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت حسین اور مغیرہ رحمہما اللہ حضرت ابراہیم نخعی سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

يُخْفِى الإِمَامُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَانِ الرَّحِيمِ وَالْاَسْتِعَاذَةَ وَآمِينَ وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (الْمُصَنَّفُ لِابْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ)

ترجمہ: امام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذ باللہ اور آمین، اور ربنا لک الحمد آہستہ پڑھے گا۔

---

[1] قال الشيخ وظاهرهٗ ان الامام والماموم حكمهما واحد فى هذاالباب فلما ثبت فى الامام ثبت فى الماموم اهـ(اعلاء السنن ج۲ ص۲۴۷ ،باب ماجآء فى سنية التامين والاخفاء بها)

فائدہ: حضرت ابراہیم نخعی جلیلُ القدر تابعی ہیں، جن کی ولادت اور وفات صحابۂ کرام کے مبارک زمانے میں ہوئی، اور ان کا یہ حکم دینا صحابۂ کرام کے دور کا ہے، جو انہوں نے صحابۂ کرام کے مبارک دور میں لگایا ہے، اور یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ حکم صحابۂ کرام کو دیکھ کر اور ان سے سن کر ہی لگایا ہے، جبکہ حضرت ابراہیم نخعی کی ثقاہت اور فقاہت وتقویٰ بھی محدثین کے درمیان مسلمہ ہے، اور محدثین نے انہی وجوہات کی بناء پر ان کی مراسیل کو قبول فرمایا ہے، لہٰذا حضرت ابراہیم نخعی کا یہ فیصلہ ہمارے نزدیک بہت بڑی دلیل اور حجت ہے۔

(ملاحظه هو: اعلاء السنن ج ۲ ص ۲۴۷، باب ماجاء فی سنیة التامین و الاخفاء بها)

جو حضرات امام اور مقتدی سب کے لئے بآوازِ بلند آمین کہنے پر اصرار کرتے ہیں، اور اسے سنت کے مطابق قرار دیتے ہیں، ان کے پاس اس کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں، اور اسی وجہ سے جناب ناصر الدین البانی صاحب اگرچہ امام کے لئے جہراً آمین کہنے کے قائل ہیں، لیکن مقتدیوں کے لئے جہراً آمین کہنے کے وہ بھی قائل نہیں، اور اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کے جہراً آمین کے بارے میں انہیں ایسی کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں مل سکی، جس پر عمل کیا جائے۔ [۱]

آخر میں عرض ہے کہ بعض روایات میں حضور ﷺ کے اونچی آواز سے آمین کہنے کے الفاظ آئے ہیں، ان کے بارے میں ہمارے فقہائے کرام نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے یہ عمل دوسروں کی تعلیم دینے کی غرض سے کیا تھا، یا یہ کہ حضور ﷺ نے اتنی آواز سے آمین کہی تھی کہ اس کی آواز قریب میں موجود بعض صحابہ کو آ گئی تھی، اسی کو ''رفع صوت'' سے تعبیر کر دیا گیا، اور یہ اصطلاحی جہر نہیں تھا، بلکہ درحقیقت سِراً ہی تھا اس کے علاوہ بعض حضرات نے آہستہ آواز سے آمین کہنے والی روایات پر متعدد اعتراضات کئے ہیں، جو کہ درست نہیں ہیں۔

---

[۱] چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

أما جهر المقتدين بالتأمين وراء الإمام ، فلا نعلم فيه حديثا مرفوعا صحيحايجب المصير إليه ، و لذلک بقينا فيه على الأصل الذى سبقت الإشارة إليه .و هذا هو مذهب الإمام الشافعى فى " الأم "أن الإمام يجهر بالتأمين دون المأمومين و هو أوسط المذاهب فى المسألة و أعدلها .و إنى لألاحظ أن الصحابة رضى الله عنهم لو كانوا يجهرون بالتأمين خلف النبى صلى الله عليه وسلم لنقله وائل بن حجر و غيره ممن نقل جهره صلى الله عليه وسلم به ،فدل ذلک على أن الإسرار به من المؤتمين هو السنة ، فتأمل(السلسلة الصحيحة الكاملة لمؤلف :محمد ناصر الدين الألبانى)

اس سلسلہ میں علامہ عینی رحمہ اللہ کا کلام ذکر کیا جاتا ہے۔

قلت الذی رواه أبو داود والترمذی عن سفیان یعارضه ما رواه الترمذی أیضا عن شعبة عن سلمة بن کهیل عن حجر أبی العنبس عن علقمة بن وائل عن أبیه وقال فیه وخفض بها صوته.

فإن قلت قال الترمذی سمعت محمد بن إسماعیل یقول حدیث سفیان أصح من حدیث شعبة وأخطأ شعبة فی مواضع فقال حجر أبی العنبس وإنما هو حجر بن العنبس ویکنی أبا السکن وزاد فیه علقمة وإنما هو حجر عن أبی وائل وقال خفض بها صوته وإنما هو مد بها صوته .

قلت تخطئه مثل شعبة خطأ وکیف وهو أمیر المؤمنین فی الحدیث وقوله هو حجر بن العنبس ولیس بأبی العنبس لیس کما قاله بل هو أبو العنبس حجر بن العنبس وجزم به ابن حبان فی (الثقات) فقال کنیته کاسم أبیه وقول محمد یکنی أبا السکن لا ینافی أن تکون کنیته أیضا أبا العنبس لأنه لا مانع أن یکون لشخص کنیتان وقوله وزاد فیه علقمة لا یضر لأن الزیادة من الثقة مقبولة ولا سیما من مثل شعبة وقوله وقال وخفض بها صوته وإنما هو ومد بها صوته یؤید ما رواه الدارقطنی عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله فسمعته حین قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین فأخفی بها صوته .

فإن قلت قال الدارقطنی وهم شعبة فیه لأن سفیان الثوری ومحمد بن سلمة بن کهیل وغیرهما رووه عن سلمة بن کهیل فقالوا ورفع بها صوته وهو الصواب وطعن صاحب (التنقیح) فی حدیث شعبة هذا بأنه قد روی عنه خلافه کما أخرجه البیهقی فی (سننه) عن أبی الولید الطیالسی حدثنا شعبة عن سلمة بن کهیل سمعت حجرا أبا العنبس یحدث عن وائل الحضرمی أنه صلی خلف النبی فلما قال ولا الضالین قال آمین رافعا صوته قال فهذه الروایة توافق روایة سفیان وقال البیهقی فی (المعرفة) إسناد هذه الروایة صحیح وکان شعبة یقول سفیان أحفظ وقال یحیی بن معین إذا خالف شعبة قول سفیان فالقول قول سفیان قال وقد أجمع الحفاظ البخاری وغیره أن شعبة أخطأ.

قلت قول الدارقطنی وهم شعبة یدل علی قلة اعتنائه بکلام هذا القائل وإثبات الوهم له لکونه غیر معصوم موجود فی سفیان فربما یکون هو وهم ویمکن أن یکون کلا الإسنادین صحیحا وقد قال بعض العلماء والصواب أن الخبرین بالجهر بها وبالمخافتة صحیحان وعمل بکل منهما جماعة من العلماء .

فإن قلت قال ابن القطان فی کتابه هذا الحدیث فیه أربعة أمور اختلاف سفیان وشعبة فی اللفظ وفی الکنیة وحجر لا یعرف حاله واختلافهما أیضا حیث جعل سفیان من روایة حجر عن علقمة بن وائل عن وائل .

قلت الجواب عن الأول لا یضر اختلاف سفیان وشعبة لأن کلا منهما إمام عظیم الشأن فلا تسقط روایة أحدهما بروایة الآخر وما یقال من الوهم فی أحدهما یصدق فی الآخر فلا ینتج من ذلک شیء.

وعن الثانی أیضا لا یضر الاختلاف المذکور فی الاسم والکنیة کما شرحناه الآن.

وعن الثالث أنه ممنوع وکیف لا یعرف حاله وقد ذکره البغوی وأبو الفرج وابن الأثیر وغیرهم فی جملة الصحابة ولئن نزلناه من رتبة الصحابة إلی رتبة التابعین فقد وجدنا جماعة أثنوا علیه ووثقوه منهم الخطیب أبو بکر البغدادی قال صار مع علی رضی الله تعالی عنه إلی النهروان وورد المدائن

فی صحبته وهو ثقة احتج بحديثه غير واحد من الأئمة وذكره ابن حبان فی (الثقات) وقال ابن معين كوفی ثقة مشهور وعن الرابع إن دخول علقمة فی الوسط ليس بعيب لأنه سمعه من علقمة أولا بنزول ثم رواه عن وائل بعلو بين ذلک الكجی فی (سننه الكبير)(عمدة القاری شرح صحيح البخاری)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان　مؤرخہ:۲۸/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۰ھ　بمطابق 22 / جون/ 2009ء

دارالافتاء، والاصلاح ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۶۹ ''پردے کی اہمیت اوراس کے چندضروری احکام''﴾

اجنبی مرد کے سامنے بوڑھی عورت کے چہرہ کھولنے کا حکم

البتہ ایسی بڑی عمر کی اور بوڑھی خواتین جو نکاح کے قابل نہیں رہیں اور نہ ان کو نکاح کی امید رہی ہو اگر اجنبی مرد کے سامنے چہرہ یا کلائیوں تک ہاتھ یا ٹخنوں تک پاؤں کھول لیں تو گناہگار نہ ہوں گی لیکن اگر وہ بھی چہرہ چھپانے کا اہتمام کیا کریں تو یہ عمل باعث ثواب ہے (بحوالہ اصلاح خواتین ص۳۴۲)

لیکن یاد رہے کہ ایسی بوڑھی خواتین کے لئے بھی فقط چہرہ اور کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں کھولنے کی اجازت ہے نہ یہ کہ چہرہ کھولنے کے بہانے سر، کان، سینہ، بازو یا جسم کا کوئی اور حصہ بھی اجنبی مَردوں کے سامنے کھول لیں۔

حاصل یہ کہ بعض خواتین کا اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھلا رکھنے کے لئے یہ حیلہ بہانہ کرنا کہ شریعت میں پردے کا حکم تو ہے مگر چہرے کا پردہ ضروری نہیں، قرآن وسنت اور فقہ وعقل کی رو سے بالکل غلط ہے۔اور سوائے خودفریبی کے اور کچھ نہیں ہے۔اس لئے تمام خواتین کو اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے۔　(جاری ہے......)

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۱۴۲۴/۵/۳ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

نجومیوں وغیرہ کو ہاتھ دکھانے کا شرعی حکم

سوال......: بعض لوگوں میں ہاتھ دیکھنے دکھانے کا بڑا تصور ہے، اور وہ ہاتھ دیکھ کر زائچہ بناتے ہیں، اور اس سے مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں، اور بسا اوقات تو اتنا صحیح بتاتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے، تو کیا ان کے پاس ہاتھ دکھانا جائز ہے؟

جواب......: حدیث شریف میں ہے کہ:

جو کسی نجومی کے پاس گیا اور جو کچھ اس نے بتلایا اس کی تصدیق کی تو اس نے ان تعلیمات کا انکار کیا جو اللہ کے رسول پر نازل ہوئیں، اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔[۱]

حضور ﷺ کے دور میں بھی اس طرح کی غیب کی خبریں بتانے والے تھے، جن کو کاہن کہا جاتا تھا، اور حضور ﷺ نے ان کے پاس جانے اور ان کی بات پر یقین کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا، اور یہ منع اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ جو کچھ بتاتے ہیں، غلط بتاتے ہیں، بلکہ باوجود بعض صحیح باتیں بتانے کے منع کیا گیا ہے لہٰذا اگر کوئی ایک آدھ بات صحیح بتا بھی رہا ہو تو پھر بھی منع ہوگا، ایک دفعہ ایک موقع پر برہمنوں کے ایک پنڈت نے میرا بھی ہاتھ دیکھا تھا، جو وہاں ایک علاقے میں آیا ہوا تھا اور لوگوں کے ہاتھ دیکھ رہا تھا مجھے

---

[۱] من اتی عرافا او کاهنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی رسوله (المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه احمد حدیث ۱۵۰۹ ، وفی روایة لم تقبل له صلاة اربعین لیلة کما فی روایة مسلم)

Idara Ghufran

کہنے لگا، لاؤ آپ کا ہاتھ بھی دیکھ لوں، تو میں نے کہا کہ مجھے تو آپ پر یقین نہیں، تو کہنے لگا کہ ہنڈرڈ پرسنٹ (Hundred percent) درست بتاؤں گا، تو میں نے کہا کہ میں آپ کو (One Hundred one percent) ایک سو ایک فیصد غلط کہوں گا، کیوں کہ شریعت آپ کو غلط کہتی ہے، بہر حال اس نے مجھے بھی کچھ باتیں بتلائیں کہ یہ ہوگا وہ ہوگا وغیرہ وغیرہ تو میں نے کہا کہ اولاً تو میں آپ کی بات پر یقین نہیں کرتا، اور دوسرے جو کچھ ہوگا تو اس میں آپ کیا کر سکتے ہو؟ جب آپ کچھ نہیں کر سکتے تو پھر آپ کا تو اس میں کوئی کردار ہی نہیں، اور اس طرح تو بعض آثار وقرائن کو دیکھ کر محکمہ موسمیات والے یہ بتلا دیتے ہیں کہ فلاں وقت بارش ہوگی، یا سورج یا چاند گرہن ہوگا مگر یہ اس کو روک تو نہیں سکتے، اور ایسا بتلانے سے وہ خدا بھی نہیں بنتے، اور نہ ہی ان کو کوئی بزرگ سمجھتا ہے، اس لئے کہ اس نے کچھ بتایا ہی تو ہے، کچھ کیا تو نہیں بلکہ کرنا تو سب اللہ ہی نے ہے، اسی طرح یہ کاہن اور نجومی لوگ بھی کچھ بتلاتے ہی ہیں کچھ کرتے تو نہیں، اگر ہاتھ کی لکیروں میں کچھ چیزیں ایسی ہوں بھی تو ان کو کسی سے پوچھنا، یا اس غرض سے کسی کو ہاتھ دکھانا منع ہے، کیونکہ یہ چیزیں سو فیصد صحیح نہیں، بلکہ ویسے ہی تخمینے اور اٹکل کی باتیں ہیں۔

نیز یہ لکیریں سب کی مختلف ہوتی ہیں، حتی کہ ہر ایک کے انگوٹھے کی لکیریں بھی الگ الگ ہوتی ہیں، پس جو نجومی اور کاہن ہاتھوں کی لکیروں کے ذریعے سے کچھ باتیں بتاتے ہیں، ان کے پاس جانا اور ان کی بتلائی ہوئی بات پر یقین رکھنا درست نہیں (معارف القرآن ج ۷ ص ۴۵۰، احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۲)

چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانا، اور صفوں میں انکے کھڑے ہونے کی ترتیب

سوال: کتنی عمر کے بچوں کو مسجد میں لا سکتے ہیں، اور بچوں کو صفوں کے درمیان کھڑا کرنا کیسا ہے؟

جواب: جو بچے بہت زیادہ چھوٹے نہ ہوں اور ان سے مسجد کی بے حرمتی اور پلیدی کا ڈر نہ ہو انہیں مسجد میں لانا جائز ہے، اور انہیں صفوں کے درمیان کھڑا کرنا جائز ہے، کوئی گناہ نہیں، لیکن بہتر نہیں، مگر لوگ اس کو گناہ سمجھتے ہیں، بہر حال افضل یہ ہے کہ اگر زیادہ بچے ہوں تو مردوں کی صفوں کے بالکل پیچھے الگ صف میں کھڑے ہوں اور آجکل تو مساجد میں دیر تک لوگ آتے رہتے ہیں حتی کہ آخری رکعت تک میں شامل ہوتے رہتے ہیں، اس وجہ سے پتہ نہیں رہتا کہ پچھلی صف کونسی ہے، اور اس سے اگلی صف کون سی ہے، اور درمیان کی صف کونسی ہے؟ چنانچہ بعض جگہ جہاں مرد ہوتے ہیں، اس کے پیچھے بچوں کی صف بنا دی جاتی ہے، پھر کچھ بڑے آجاتے ہیں، اور بچوں کی صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں تو وہ بچوں کو اور پیچھے کر دیتے

ہیں،اور جب اس کے بعد کچھ اور لوگ آ جاتے ہیں،تو وہ ان کو اور پیچھے کر دیتے ہیں،اور اس کی وجہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ بتلائی جاتی ہے کہ بچے شرارت کرتے ہیں،جس سے ہماری نماز متاثر ہوتی ہے،حالانکہ بچے جب الگ کھڑے ہوتے ہیں،تو زیادہ شرارت کرتے ہیں،اور یہ تجربہ ہے کہ جب بچوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا،اور ان کے ساتھ کوئی بڑا نگران نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں،اور پھر وہ زیادہ شرارت کرتے ہیں،اور جب وہ مردوں کے درمیان میں ہوں،کہ ان کے آگے پیچھے یا دائیں بائیں مرد ہوں تو انہیں ڈر رہتا ہے،اب شرعی مسئلہ کی تفصیل عرض کی جاتی ہے،تو شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک آدھ بچہ ہو،تو اس کو مردوں کی صف میں کھڑا کریں،اور اگر زیادہ بچے ہوں تو ان کو مردوں کی صف کے پیچھے کھڑا کریں بشرطیکہ وہ شرارت نہ کریں،لیکن اگر الگ کھڑے ہو کر شرارت کریں تو اگرچہ زیادہ بچے ہوں تب بھی انہیں مردوں کی صف میں شامل رکھنا چاہئے۔پھر چاہے انہیں صف کے درمیان میں کھڑا کریں یا دائیں یا بائیں کسی ایک طرف ہر صورت جائز ہے،البتہ اگر بہت چھوٹے بچے ہوں،اور دوسرں کی نماز میں خلل ڈالنے کا ذریعہ بنتے ہیں،تو ان کے بارے میں اصل حکم تو یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا ہی نہیں چاہئے،تاہم اگر کوئی انہیں لے کر آ گیا ہو تو اس کے لئے یہ حکم ہے،کہ اس کو ایسے مقام پر کھڑا کرے جس سے لوگوں کی نماز خراب نہ ہو (فقہی رسائل لسکھروی ج اص ۲۱۹)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۷ ''اخبارِ عالم''﴾

13 جون : پاکستان: لاہور نوشہرہ خودکش حملے، ڈاکٹر سرفراز نعیمی سمیت 14 جاں بحق۔ پاکستان: علامہ نعیمی خودکش حملوں اور قادیانیوں کے سخت مخالف تھے **14 جون** : پاکستان: 7 کھرب 22 ارب روپے کے خسارے کا بجٹ پیش، تنخواہوں اور پنشن میں اضافہ، جائیداد اور تجارتی اشیاء پر ٹیکس بڑھا دیا گیا، ایوانِ صدر اور وزیرِ اعظم سیکرٹریٹ کے لئے 82 کروڑ روپے مختص۔ ایران: احمدی نژاد بھاری اکثریت سے دوبارہ صدر منتخب۔ سعودی عرب: ٹرک کی ٹکر سے بس میں آگ لگ گئی 19 افراد زندہ جل گئے **15 جون** : پاکستان: ڈیرہ اسماعیل خان بم دھماکے میں 11 افراد جاں بحق 30 زخمی، 2 مشکوک افراد گرفتار **16 جون** : پاکستان: اپنے مسائل کا حل خود نکالیں گے، پاکستان کو کسی کے مشورے کی ضرورت نہیں، آرمی چیف **17 جون** : پاکستان: پنجاب حکومت نے 489 ارب 87 کروڑ کے ٹیکس فری بجٹ کا اعلان کردیا، ترقیاتی اخراجات کے لئے 175 ارب مختص **18 جون** : پاکستان: نئی حج پالیسی منظور، صدر وزیرِاعظم، گورنر وزراءِ اعلیٰ وارکانِ پارلیمنٹ کے لئے مختص کوٹہ ختم **19 جون** : پاکستان: حکومت نے سی این جی پر کارٹن ٹیکس ختم کردیا پٹرولیم پر نظرِ ثانی کی ہدایت

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسحاق علیہ السلام (قسط۱)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش

حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے تھے، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے ۱۴سال بعد پیدا ہوئے۔ [۱]

اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اولاد کی بشارت دینے کے لئے بھیجا، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ حضرت سارہ سے کوئی اولاد نہ تھی، اور ان کو اولاد کی تمنا تھی، مگر دونوں بوڑھے تھے، بظاہر کوئی امید نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ خوشخبری بھیجی، اور وہ بھی اس شان سے کہ نرینہ اولاد ہوگی، اور ان کا نام بھی اسحاق تجویز فرمادیا، اور پھر یہ بھی بتلادیا کہ وہ زندہ رہیں گے، اور وہ بھی صاحبِ اولاد ہونگے، اور ان کے لڑکے کا نام یعقوب ہوگا، اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہونگے۔

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی اور حضرت سارہ کی عمر ۹۰ سال تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے بھیجنے اور حضرت ابراہیم وحضرت سارہ کو بشارت دینے کے منظر کو قرآن مجید کی کئی آیات میں بیان فرمایا ہے۔

سورہ ہود میں یہ تذکرہ یوں بیان ہوا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا. قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ(۶۹) فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً. قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ(۷۰) وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ

---

[۱] هو إسحاق بن إبراهيم الخليل ، وأمُّه سَارَة زوجة إبراهيم .ولد بعد أخيه إسماعيل بأربع عشرة سنة ، وهو الذَّبيح فی قول وعليه أهل الكتابين اليهود والنصارى.(جامع الاصول من احاديث الرسول ج۱۲ ص۱۱۳)

Idara Ghufran

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (۷۱) قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا. اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ (۷۲) قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ. اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (۷۳)

یعنی اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (بشکل بشر) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (ان کے فرزند اسحاق علیہ السلام کی) بشارت لے کرآئے (گوان کے آنے کا مقصودِ اصلی قوم لوط پر عذاب واقع کرنا تھا) اور (آنے کے وقت) انہوں نے سلام کیا ابرہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام کیا (یعنی سلام کا جواب دیا اور پہچانا نہیں کہ یہ فرشتے ہیں، معمولی مہمان سمجھے)

پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لائے (اور ان کے سامنے رکھ دیا، یہ تو فرشتے تھے، اس لئے انہوں نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا) سو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے، تو اس سے متوحش ہوئے، اور ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے (کہ یہ مہمان تو نہیں، کوئی مخالف نہ ہوں، اور کسی فاسد ارادہ سے نہ آئے ہوں، اور میں گھر میں اکیلا ہو، اور کوئی احباب وساتھی پاس موجود نہیں) وہ فرشتے کہنے لگے ڈرومت (ہم آدمی نہیں فرشتے ہیں، آپ کے پاس بشارت لے کرآئے ہیں، کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا، اسحاق اور اس کے بعد ایک فرزند ہوگا یعقوب، اور بشارت اس لئے کہا کہ اول تو اولاد خوشی کی چیز ہے، پھر ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہوگئے تھے، اور حضرت سارہ بھی بہت بوڑھی تھیں، اور اولاد کی امید نہ رہی تھی، آپ نے نورِ نبوت کی وجہ سے پہچان لیا کہ واقعی فرشتے ہیں، آپ نے نبوت کی فراست کی وجہ سے پہچان لیا کہ اولاد کی بشارت کے علاوہ یہ فرشتے کسی اور بڑے مقصد کے لئے بھی آئے ہیں، اس لئے آپ نے پوچھا کہ آپ کس مقصد کے لئے بھیجے گئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا) ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں (کہ ان کو کفر کی سزا میں ہلاک کریں، ان میں یہ گفتگو ہورہی تھی) اور ابراہیم (علیہ السلام) کی بی بی (حضرت سارہ کہیں) کھڑی (سن رہی) تھیں، پس (اولاد کی خبر سن کر جس کی ان کو تمنا تھی، خوشی سے) ہنسیں (اور بولتی پکارتی آئیں اور تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا) سو ہم نے (یعنی ہمارے فرشتوں نے) ان کو (دوبارہ) بشارت دی، اسحاق (کے پیدا ہونے) کی، اور اسحاق

کے بعد یعقوب کی (جو کہ اسحاق کے فرزند ہونگے، جس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تمہارے ہاں فرزند پیدا ہونگے اور وہ زندہ رہیں گے، یہاں تک کہ وہ بھی صاحبِ اولاد ہونگے، اس وقت) کہنے لگیں کہ ہائے خاک پڑے، اب میں بچہ جنوں گی، بڑھیا ہوکر، اور یہ میرے میاں (بیٹھے) بالکل بوڑھے، واقعی یہ بھی عجیب بات ہے، فرشتوں نے کہا کہ کیا (خاندانِ نبوت میں رہ کر، اور ہمیشہ معجزات اور عجیب معاملات دیکھ دیکھ کر بھی) تم اللہ کے کاموں میں تعجب کرتی ہو (اور خصوصاً) اس خاندان کے لوگوں پر تو اللہ تعالیٰ کی (خاص) رحمت اور اس کی (انواع واقسام کی) برکتیں (نازل ہوتی رہتی) ہیں، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) تعریف کے لائق (اور) بڑی شان والا ہے (وہ بڑے سے بڑا کام کرسکتا ہے، پس بجائے تعجب کے اس کی تعریف اور شکر میں مشغول ہو)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین فرشتے تھے، حضرت جبریلؑ، حضرت میکائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ علیہم السلام۔

چونکہ فرشتے کھانے پینے سے پاک ہوتے ہیں، اس لئے ان فرشتوں نے کھانا سامنے ہونے کے باوجود اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ یہ مہمان معلوم نہیں ہوتے، ممکن ہے کسی فساد کی نیت سے آئے ہوں۔ [1]

بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اظہار بھی کردیا کہ مجھے آپ سے ڈر محسوس ہورہا ہے (جیسا کہ دوسری آیات میں تصریح ہے) فرشتوں نے ان کا اندیشہ محسوس کرکے بات کھول دی، اور بتلایا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

امام طبری نے اس جگہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ اول جب فرشتوں نے کھانے سے انکار کیا تو یہ کہا تھا کہ ہم مفت کا کھانا نہیں کھاتے، اگر آپ قیمت لے لیں تو کھائیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ کہ ہاں اس کھانے کی ایک قیمت ہے، وہ ادا کردو، وہ قیمت یہ ہے کہ شروع میں اللہ کا نام لو اور آخر میں اس کی حمد کرو، جبریل امین نے یہ سن کر اپنے ساتھیوں سے کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو خلیل بنایا ہے، یہ اسی کے مستحق ہیں۔

(جاری ہے......)

---

[1] وکانوا ثلاثة جبریل ومیکائیل وإسرافیل لما وردوا علی الخلیل حسبهم أضیافا فعاملهم معاملة الضیوف شوی لهم عجلا سمینا من خیار بقره فلما قربه إلیهم وعرض علیهم لم یر لهم همة إلی الاکل بالکلیة، وذلک لان الملائکة لیس فیهم قوة الحاجة إلی الطعام (البدایة والنهایة ج ۱ ص ۱۸۵)

طب و صحت

حکیم محمد فیضان

جامن (jamboline)

جامن ایک مشہور پھل ہے اور یہ پاکستان میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

اس کی دو مشہور قسمیں ہیں سفید گودے والی اور جامنی گودے والی۔ ایک قسم کو باداما، یا سودا کہا جاتا ہے اس کا پھل بیضوی بڑا اور گودہ دار ہوتا ہے، گٹھلی قدرے چھوٹی ہوتی ہے۔ جب کہ دوسری قسم کا پھل چھوٹا گول اور کم گودے والا ہوتا ہے، اس کو کھٹایا کاٹھا جامن کہتے ہیں۔ جامن کے پھول، پھل، چھال، پتے، جامن کی گٹھلی کے مغز کا دواؤں میں استعمال عام ہے۔ جامن کا سرکہ، رُب اور شربت بھی بنایا جاتا ہے، جو کہ گرم معدے کو تقویت دینے اور بھوک لگانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس کے ذریعہ سوزش کو تسکین دیتے ہیں، اسہال صفراوی اور دموی کو بند کرتے ہیں، اور جامن کے پھل سے بھی یہی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

جامن کا پھل جزائر شرق الہند سے برصغیر پاک و ہند میں لایا گیا تھا۔ جامن کا درخت کافی اونچا قد آور ہوتا ہے اور ماہ جولائی و اگست میں پھل دیتا ہے، اس کی باقاعدہ کہیں کاشت نہیں کی جاتی ہے۔

جامن کو بنگالی میں کالا جام۔ سندھی میں جمبوں۔ مرہٹی زبان میں جامیل۔ انگریزی میں (jamboline) جمبل۔ لاطینی میں یوجینا۔ جمبولینا کہتے ہیں۔

مزاج:...... اطبا کے نزدیک جامن کا مزاج سرد خشک بدرجہ دوم ہے۔

جامن کے چند فوائد اور خواص:...... جامن برسات میں پھنسی پھوڑے نکلنے کے زمانے میں حدت خون کو کم کرتی ہے۔ گرم مزاج والوں کے لئے بیحد مفید ہے، یہ جگر معدہ اور آنتوں کو طاقت دیتی ہے اور معدہ، آنتوں کی سوجن، خراش میں مفید ہے۔

یہ کھانا ہضم کرتی اور بھوک لگاتی ہے، اس کا سرکہ بھی بھوک کو بڑھاتا ہے۔ جامن خون پیدا کرتی ہے اور جسم کو فربہ کرتی ہے۔ دل کو طاقت پہونچاتی ہے اور مقوی باہ ہے۔ جسم سے حرارت کو خارج کر دیتی ہے۔

صفراوی دستوں کے لئے بہترین ہے۔ یہ پیشاب لاتی ہے اور پیٹ کے کیڑے ختم کرتی ہے۔

جامن پیاس کو تسکین دیتی ہے۔ ذیابیطس (شوگر) کو روکتی ہے۔ پختہ جامن کھانے سے پتھری خارج

ہو جاتی ہے۔یہ پرانے دستوں اور پیچش کا خاتمہ کرتی ہے۔

دستوں کے لئے:...... جامن کی گٹھلی کا مغز۔آم کی گٹھلی کا مغز۔کالی ہڑ (گھی میں بھونی ہوئی) ہم وزن لے کر سفوف بنالیں 3 گرام لسی یا تازہ پانی کے ساتھ صبح شام استعمال کریں دست بند ہو جائیں گے

پیچش کے لئے:......مغز جامن کو پیس کر بھوسی اسبغول شامل کر کے صبح وشام 5 گرام پانی سے لینا مفید ہے۔

پیٹ کے کیڑوں کے لئے:...... پوست جامن، پلاس پاپڑہ، باؤبڑنگ، ہموزن لے کر صبح اور رات کو سوتے وقت پانی سے لیں، پیٹ کے کیڑے مر جائیں گے۔

شوگر کیلئے:...... جامن کے درخت کی چھال لے کر سایہ میں خشک کر کے باریک پیس کر 6-6 ماشہ صبح دوپہر اور شام کو استعمال کرائیں۔(دیگر) مغز جامن 25 گرام۔تخم خرفہ سیاہ 25 گرام۔کریلہ خشک 50 گرام۔باریک پیس کر کشتہ بیضہ مرغ، کشتہ زمرد 3-3 گرام شامل کر کے محفوظ کرلیں۔مقدار خوراک 3-3 گرام صبح اور شام دہی کی لسی سے استعمال کریں، ان شاء اللہ شوگر کو فائدہ ہوگا۔

خونی بواسیر کے لئے:...... جامن کے تازہ پھل نمک لگا کر کچھ عرصہ تک روزانہ لگاتار کھانے سے بواسیر کو فائدہ ہوتا ہے۔بواسیر کا خون بند کرنے کے لئے اس کے پتے 5 گرام سے 20 گرام تک دودھ میں گھونٹ کر چند روز پینے سے خون بند اور گرمی دور ہو جاتی ہے۔جامن کے درخت کا چھلکا باریک پیس کر دو سے چھ ماشہ تک صبح وشام کھلانا ناسور میں مفید ہے۔

جریان کے لئے:...... جریان وسیلان کی شکایت کے لئے جامن کی گٹھلی، رال، مازوسبز اور مصری ہم وزن لے کر سفوف بنا کر صبح شام 1-1 گرام دودھ کے ساتھ استعمال کرنے سے انشاء اللہ یہ مرض دور ہو جائے گا۔

پیشاب کی زیادتی کے لئے:......اگر پیشاب زیادہ آنے کی شکایت ہو تو جامن کی گٹھلی مغز جفت بلوط، گوند کندر، برابر وزن لے کر سفوف بنالیں 1-1 گرام صبح اور سوتے وقت پانی سے لیں۔(دیگر) جامن کی گٹھلی کا مغز اور ہلدی ایک ایک تولہ پیس کر اس میں کشتہ چاندی چھ رتی شامل کرلیں۔صبح شام، آدھا رتی استعمال کرنا پیشاب کی زیادتی اور شوگر کے مرض کے لئے مفید ہے۔

حیض کی ذیادتی کے لئے:...... جامن کی تازہ چھال 1 تولہ لے کر آدھا پاؤ پانی میں رگڑ کر اور چھان

کر صبح شام پلانا حیض کی زیادتی میں مفید ہے۔

لیکوریا کے لئے:...... جامن کی چھال سایہ میں خشک کی ہوئی باریک پیس کر کپڑ چھان کرلیں 4-4 ماشہ یہ سفوف صبح وشام پانی کے ساتھ کھانے سے لیکوریا کا مرض دور ہوجاتا ہے۔

سوزاک کے لئے:...... جامن کا تروتازہ چھلکاایک تولہ۔آدھاپاؤپانی میں رگڑکرصبح شام پلانا سوزاک کودور کرتا ہے۔

دانتوں کے لئے:...... جامن کی چھال سایہ میں خشک کرکے باریک پیس لیں دونوں وقت صبح شام اسے بطور منجن دانت اورمسوڑھوں پر مل کرمنھ کو پانی سے صاف کردیا کریں۔اس سے دانت اور مسوڑھوں کے تمام روگ دور ہوجاتے ہیں۔ ہلتے دانت بھی ٹھیک ہوجاتے ہیں۔

رب جامن:...... آب جامن ڈھائی لیٹر،شکر 800 گرام،آب مقطر 25 ملی لیٹرسوڈیم بینزویٹ 9 گرام۔

ترکیب تیاری:...... تازہ جامن لے کردھولیں اور پھر برتن میں ڈال کراچھی طرح کچلیں اس کے بعد کپڑ چھان کرکے اس رس کوہلکی آنچ پر پکائیں یہاں تک کہ آدھارہ جائے پھراس میں شکر ملا کر مزید پکائیں تیار ہوجانے پرسوڈیم بینزویٹ آب مقطر میں حل کرکے اس میں شامل کرکے محفوظ کرلیں۔ یہ معدہ اورجگر کوطاقت دیتا ہے،اورگرمی کی شدت میں تسکین دیتا ہے۔

سرکہ بنانے کی ترکیب:...... جامنوں کودھوکرکچل لیں ان کارس نچوڑکر مٹکے میں ڈال کرمنہ بند کرکے روزانہ دھوپ میں رکھیں تقریباً دوماہ کے بعد جب اس میں ترشی پیدا ہوجائے تو اس کو چھان کرمحفوظ کرلیں بس سرکہ تیار ہے۔ یہ ضعف ہضم کودور کرتا ہے،بھوک کو بڑھاتا ہے۔غذا کو جلد ہضم ہونے مدددیتا ہے۔تلی کے ورم کو تحلیل کرتا ہے۔

نوٹ: آم کھاکر اگر جامن کھالی جائیں تو یہ آم کو جلد ہضم کردیتی ہے۔ جامن کو خالی پیٹ کھانے سے بعض اوقات پیٹ میں درد ہوسکتا ہے کیونکہ یہ دیر ہضم ہوتی ہے،نفخ اور پیٹ میں گرانی پیدا کرتی ہے،لہٰذا اس کو خالی پیٹ نہ کھانا چاہئے۔جامن کو نمک اور سیاہ مرچ ڈال کر استعمال کرنا چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

Emale: faizankhanthanvi@hotmal.com

اخبارِ ادارہ　　　　مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

□......۲۶/ جمادی الاولیٰ و ۴/ ۱۱/ ۱۸/ ۲۵/ جمادی الاخریٰ جمعہ کو متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔

□......۲۸/ جمادی الاولیٰ و ۶/ ۱۳/ ۲۰/ ۲۷/ جمادی الاخریٰ اتوار کو بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

□......۲۴/ جمادی الاولیٰ و ۲/ ۹/ جمادی الاخریٰ بدھ بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی مجلس منعقد ہوتی رہی

□......۲/ جمادی الاخریٰ بدھ کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم چند دیگر احباب کے ہمراہ حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں تشریف لے گئے، حضرت جی کے دولت خانہ پر بعد عصر کافی دیر نشست رہی

□......۶/ جمادی الاخریٰ اتوار حضرت مولانا الیاس کوہاٹی صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے، اپنی ایک زیرِ تصنیف کتاب پر علمی و تحقیقی کام کے سلسلہ میں آپ ان دنوں تشریف لاتے رہے۔

□......۱۰/ جمادی الاخریٰ جمعرات کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں دارالافتاء کے احباب اور دیگر اساتذہ کرام کا ظہر تا عشاء تفریح و ہواخوری کے لئے مضافات میں جانا ہوا، حضرت جی کی معیت و صحبت کی وجہ سے یہ تفریح پر لطف و پر نور و پر کیف رہی۔

□......۱۶/ جمادی الاخریٰ بدھ کو راقم الحروف اپنے ایک قریبی عزیز جناب طاہر انجم صاحب (جو نوخیز و نوعمر بانکے، سجیلے نوجوان تھے) کے جنازہ میں شرکت کے لئے مانسہرہ گیا، وہ ۱۵/ جمادی الاخریٰ کو پشاور بم دھماکہ میں شہید ہوئے ؎

رہے گا کوئی تو تیغِ ستم کے یادگاروں میں　　　میرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سومزاروں میں

بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ　　ع　　خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود

□......۲۳/ جمادی الاخریٰ بدھ کو عصر میں حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اسلام آباد حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کے ہاں تشریف لے گئے، دارالافتاء کے چند احباب بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔

□......۲۴/ جمادی الاخریٰ جمعرات مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم ماہنامہ التبلیغ) کا نشر و اشاعت اور رسل و رسائل کے سلسلہ میں لاہور کا سفر ہوا، ہفتہ کی شب واپسی ہوئی۔

□......۲۷/ جمادی الاخریٰ اتوار کو شعبہ حفظ کے طالب علم عمر طارق کے تکمیلِ حفظ کے سلسلہ میں تقریب منعقد ہوئی، جس میں متعلم کے اعزہ و اقارب شریک ہوئے، تقریب کے بعد متعلم مذکور کے اہلِ خانہ کی طرف سے ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

24 مئی 2009ء بمطابق 28 جمادی الاولیٰ 1430ھ : پاکستان: مینگورہ کی گلیوں میں لڑائی، مٹہ اور پیوچار کو ملانے والے اہم پل پر قبضہ ۔ پاکستان: متاثرین کی آمد کے خلاف جسقم (جیئے سندھ قومی محاذ) کی اپیل پر سندھ میں مکمل ہڑتال، کراچی میں 4 جاں بحق ۔ پاکستان: درہ آدم خیل دہشتگردی کی غرض سے آنے والے 33 غیر ملکی باشندے گرفتار **25 مئی** : پاکستان: مینگورہ اور کزئی، گھمسان کی لڑائی 20 عسکریت پسند 5 اہلکار جاں بحق ۔ پاکستان: بگٹی سمیت بلوچ رہنماؤں کے قتل کی عدالتی تحقیقات کی جائیں، نواز شریف ۔ پاکستان: گیس پائپ لائن کی تنصیب کا پاک ایران معاہدہ طے، زرداری ونژاد نے دستخط کردیئے ۔ پاکستان: بیرونی امداد پر انحصار کی بجائے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہوگا، وزیر اعلیٰ پنجاب، آئندہ بجٹ میں عام آدمی پر بوجھ ڈالنے کے بجائے ٹیکس ادا کرنے کے متحمل طبقات کو اس میں شامل کیا جائے گا **26 مئی** : پاکستان: مالم جبہ پر فوج کا کنٹرول، کبل میں لڑائی ۔ کوریا: شمالی کوریا نے زیرِ زمین کامیاب ایٹمی تجربہ کردیا، اقوام متحدہ کا ہنگامی اجلاس آج طلب، امریکہ نے دھمکی آمیز رویہ نہ بدلا تو مزید ایٹمی تجربات ہوں گے، شمالی کوریا ۔ پاکستان: گمشدہ افراد کے مقدمات کی سماعت جاری رہے گی، چیف جسٹس **27 مئی** : پاکستان: سپریم کورٹ نے شریف برادران کو انتخابات کے لئے اہل قرار دے دیا، سابقہ فیصلے کالعدم ۔ پاکستان: پی پی کا لیگی رہنماؤں کے مقابل کوئی امیدوار نہ کھڑا کرنے کا فیصلہ **28 مئی** : پاکستان: لاہور ریسکیو 15 پر خودکش حملہ، 30 جاں بحق، 300 سے زائد زخمی ۔ پاکستان: آپریشن کا ردعمل آنا شروع ہوگیا، بی بی سی **29 مئی** : پاکستان: پشاور ڈیرہ، بم دھماکے خودکش حملے 16 جاں بحق ۔ پاکستان: ایٹمی اثاثوں کے غیر محفوظ ہونے کی باتیں بند کی جائیں، نواز شریف ۔ پاکستان کا کمانڈ اینڈ کنٹرول انفرااسٹرکچر کئی جوہری طاقتوں سے بہتر ہے، مغربی ذرائع ابلاغ کا پروپیگنڈا منفی مہم کا حصہ ہے، خالد بنوری ڈائریکٹر کموڈور اور اسٹریٹجک پلانز **30 مئی** : پاکستان: پیوچار اور بحرین سے عسکریت پسندوں کا صفایا 28 جاں بحق 7 گرفتار ۔ پاکستان: امریکی جنرل پیٹریاس کا خفیہ دورہ، سوات آپریشن میں معاونت کی پیشکش ۔ پاکستان: انتظامیہ کا اجازت دینے سے انکار، ختم نبوت کانفرنس لیاقت باغ ملتوی **31 مئی** : پاکستان: مینگورہ پر فورسز کا کنٹرول، کالام کی طرف پیش قدمی 28 جاں بحق **یکم جون** : پاکستان: جنوبی وزیرستان سوات 27 عسکریت پسند اور افسر سمیت فوجی جاں بحق **2 جون** : پاکستان: ایوان صدر میں اجلاس چاروں صوبوں میں انسداد دہشتگردی فورس قائم کرنے کا فیصلہ **3 جون** : پاکستان: شمالی وزیرستان، رزمک کیڈٹ کالج کے 50 طلبہ کو اغوا کاروں کے قبضہ سے بازیاب نہ کروایا جاسکا

پاکستان: لاہور حملے کے دہشت گردوں کی شناخت ہوگئی، گرفتار افراد نے انکشاف کیا کہ انہوں نے بھارت جاکر تربیت حاصل کی، بعض کے پاس بھارتی ویزے تھے، وزیر قانون پنجاب **4 جون** : پاکستان: کیڈٹ کالج کے طلبہ کی بازیابی کے لئے کوششیں جاری، انتظامیہ چند گھنٹوں میں بازیابی کے لئے پر امید۔ امریکا متاثرین کے لئے 31 کروڑ ڈالر دیگا۔ جنیوا: امریکی ڈرون حملوں سے بیگناہ شہری جاں بحق ہورہے ہیں، واشنگٹن اپنے اہداف کا جواز پیش کرے، اقوام متحدہ **5 جون** : مصر: امریکا اور مسلمان حریف نہیں، عالم اسلام سے نئے تعلقات چاہتے ہیں، اوباما۔ پاکستان: جرگے کے کامیاب مذاکرات کیڈٹ کالج رزمک کے 46 طلبہ اور دو اساتذہ بازیاب **6 جون** : پاکستان: دیر بالا مسجد میں خودکش حملہ، 40 افراد شہید۔ پاکستان: سوات جنڈولہ آپریشن اور بم دھماکے میں 10 عسکریت پسند 15 اہلکار جاں بحق **7 جون** : پاکستان: سیکورٹی فورسز کے قافلے پر حملہ، مولانا عالم اور امیر عزت جاں بحق، امیر عزت نے ایم اے بی ایڈ کیا، گزشتہ سال تک سرکاری سکول میں ٹیچر تھے، تحریک نفاذ شریعت کے نائب امیر تھے، مولانا عالم کا تعلق شانگلہ سے تھا مدرسے میں بچوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ پاکستان: ڈرون دیئے جائیں موثر انداز میں استعمال کریں گے، خطے میں توازن کے لئے امریکا پاکستان کے ساتھ سول ایٹمی معاہدہ کرے، وزیرِ اعظم گیلانی۔ پاکستان: اسلام آباد ریسکیو 15 کے دفتر پر حملے کی کوشش ناکام 2 اہلکار جاں بحق۔ پاکستان: NA-55: شیخ رشید، صدیق الفاروق، راجہ اشفاق سمیت مختلف جماعتوں کے 56 امیدواروں کے کاغذات جمع **8 جون** : پاکستان: کراچی میں ٹارگٹ کلنگ، 15 قتل صدر نے تحقیقات کا حکم دے دیا۔ پاکستان: خطے سے غیر ملکی انخلاء تک دہشت گردی ختم نہیں ہوسکتی، مولانا فضل الرحمان۔ پاکستان: اگر ہم ملک سے دہشت گردی ختم کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں ان وجوہات کو تلاش کرنا ہوگا، جن سے سمجھدار اور مذاکرات پر یقین رکھنے والے لوگ دہشت گرد بن رہے ہیں، عمران خان **9 جون** : پاکستان: آرمی وائیر چیف کا سوات کا دورہ مولانا فضل اللہ کی ہلاکت وگرفتاری کے لئے خفیہ آپریشن۔ پاکستان: امریکہ پاکستانی مدارس کے خلاف کارروائی کی بجائے سکولوں کو فروغ دے، دینی مدارس میں صرف 1.3 فیصد بچے داخل ہوتے ہیں، جبکہ اکثریت سرکاری اور پرائیویٹ سکولوں میں پڑتی ہے، عالمی بینک **10 جون** : پاکستان: پشاور ہوٹل پر حملہ غیر ملکیوں سمیت 13 ہلاک، متعدد زخمی **11 جون** : پاکستان: پاکستان پر اندرونی اور بیرونی قرضے 7700 ارب روپے سے متجاوز، مالی سال 07-2006ء میں بیرونی قرضہ ساڑے 40 ارب ڈالر جبکہ گزشتہ سال 45 ارب 90 کروڑ تھا جو رواں سال 50 ارب ڈالر ہوچکا ہے، حکمران گزشتہ 6 عشروں سے معاشی بہتری کے دعوے ہی کرتے آرہے ہیں، تاہم تبدیلی کے کوئی آثار نہیں **12 جون** : پاکستان: ہنگو طیاروں کی بمباری، مولانا امین اور کزئی شہید، مسجد اور 2 مدارس بھی ملیامیٹ

﴿بقیہ صفحہ ۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾